5 تقاریر

بعنوان

مَنطِقُ الطَّیرْ

یکے از آن لائن مطبوعات ”مشاہدات“

41

ابوسعید حنیف احمد محمود

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ
عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ
شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ

(النمل:17)

5 تقاریر

بعنوان

مَنطِقُ الطَّیرِ

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

41

ابو سعید حنیف احمد محمود

رابطہ کرنے کے لیے

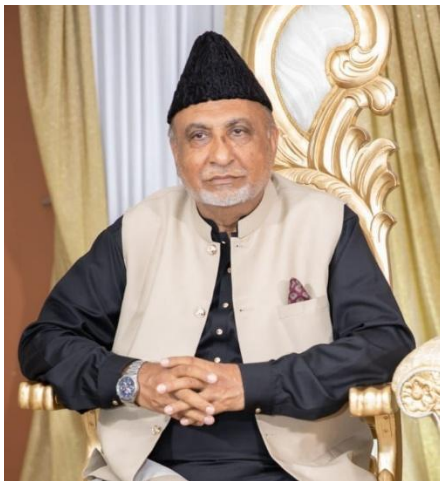

ای میل ایڈریس: hanifahmadmahmood@hotmail.com

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

روزن

ہم مجلس اطفال الاحمدیہ میں وقت گزار کر مجلس خدام الاحمدیہ میں داخل ہو رہے تھے تو ایک دلچسپ Indoor گیم جو ذہانت والی گیم کہلاتی تھی عام تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ہی جاری کر کے اسے ”مشاہدہ معائنہ“ کا نام دیا تھا جس میں ایک میز یا چارپائی پر بہت سی چھوٹی چھوٹی اشیاء رکھ دی جاتی تھیں۔ جن کی تعداد ایک دفعہ تو 70 کے آس پاس تھی اور اُسے چادر سے ڈھانپ دیا جاتا تھا اور مقابلے میں شامل ہم بچوں کو دو تین منٹ کے لئے کپڑے کو ہٹا کر اُن اشیاء کا معائنہ کروایا جاتا تھا اور پھر اُن کو اُسی چادر سے ڈھانپ دیا جاتا تھا۔ شاملین مقابلہ کے ہاتھوں میں کاغذ اور قلم ہوتا تھا جس پر پانچ منٹ کے اندر اندر وہ اشیاء لکھنی ہوتی تھیں۔ جو بچہ زیادہ اور درست اشیاء تھوڑے وقت میں لکھ دیتا۔ وہ اوّل اور انعام کا مستحق قرار پاتا تھا۔

عقل اور ذہن کو تیز کرنے اور حافظے و قابلیت کو آزمانے کی یہ اتنی دلچسپ چیز تھی کہ ہم بہن بھائی اپنے گھر میں بھی محدود پیمانے پر اس مشغلہ میں اپنے اذہان آزماتے۔

پھر 1971ء-1972ء کے لگ بھگ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے صبح سیر کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور جلوؤں کا مشاہدہ کرنے اور ان کو ضبطِ تحریر میں لانے کی تحریک فرمائی تھی۔ حضورؒ نے عمر کے اعتبار سے تقسیم کر کے گروپ بندی کروائی اور ہر گروپ میں اوّل آنے والوں کو رقم کی صورت میں انعام سے بھی نوازا جاتا۔ حضورؒ کی اس تحریک سے جہاں ہمارا اللہ تعالیٰ کی طرف میلان اور تعلق بڑھا وہاں یہ تحریک اذہان کو جِلا بخشنے کا موجب بھی ہوئی۔ خلفاء کی ان تحریکات سے جماعت کے بہت سے افراد و خواتین متمتّع ہوئے۔ اِن افراد میں سے ایک حقیر سا غلام نابکار یہ خاکسار نالائق بھی ہے۔ جس نے اپنی محدود عقل کے ساتھ کچھ فائدہ اُٹھایا اور دنیا و مافیہا کو مشاہدہ کر کے شکرِ الٰہی کی صفت کو اپنایا۔ گزشتہ ساڑھے تین سال سے روزانہ کی بنیاد پر ”مشاہدات“ کے نام سے تربیتی و اصلاحی اور علمی سطح کے عناوین پر تقاریر لکھ کر www.mushahedat.com پر پڑھنے کے لئے آن لائن جاری کی جاتی ہے اور باللہ التوفیق و بفضل اللہ تعالیٰ بوقتِ تحریر ان کی تعداد 1300 کو چُھو رہی ہے۔ اس علمی، اخلاقی،

تربیتی اور روحانی مائدہ کو 40 ڈشوں میں کتابی صورت میں بھی ویب سائیٹ پر جمع کر دیا گیا ہے جہاں اس مائدہ سے دنیا بھر کے ہزاروں کی تعداد میں دوست فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذالك

خاکسار کی یہ تحریر 41 ویں ڈش سے متعلق ہے جس کا نام "مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ" رکھا گیا ہے۔ "مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ" پانچ تقاریر کا مجموعہ ہے جو قرآن کریم کی تعلیمات کے مطالعہ کے دوران مشاہدہ میں آئیں۔ "مشاہدات" کی ویب سائیٹ سے فائدہ اٹھانے والی ہماری ایک بہن مسز امۃ الباسط نے خاکسار کی اہلیہ کو یہ پیغام بھجوایا کہ

"ویسے تو 'مشاہدات' کے پلیٹ فارم سے تیار ہونے والی تمام تقاریر ہی علمی ہوتی ہیں اور دلچسپی سے پڑھی جاتی ہیں لیکن 'مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ' کے عنوان پر تقاریر بہت پسند آئیں۔ ایک نئے نقطۂ نظر اور زاویہ سے لکھی گئی ہیں۔"

مکرم شیخ ادریس صاحب۔ اڑیسہ، انڈیا سے "مشاہدات" کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

"ماشاءاللہ! نہایت عمدہ، ایمان افروز اور علمی مشاہدات وواقعات تحریر کر کے بھیجتے۔ تبلیغی، تعلیمی و تربیتی امور کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کے ارشادات واقتباسات، قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے حوالہ جات اور ایمان افروز واقعات کو جس خوبصورت انداز میں پیش کیا جاتا ہے، وہ یقیناً قابلِ قدر ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کاوشوں کو دوسروں کے ایمان وتربیت میں اضافہ کا باعث بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان پاکیزہ تعلیمات پر عمل کرنے اور انہیں آگے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)"

مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ امریکہ سے "مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ" کی تقاریر کے حوالہ سے تحریر کرتیں ہیں:

"ہم بھی تو پرندے ہیں جو قادیان سے اُڑے اور ربوہ کی زمین پر آ کے ٹھکانا بنایا پھر وہاں سے اُڑے اور امریکہ میں گھونسلا بنایا۔ تسبیح وتحمید کرتے ہوئے"

مکرم نعیم رضا صاحب برطانیہ سے تحریر کرتے ہیں:

"ماشاءاللہ، بہت اچھی کاوش ہے۔ اس سے ہم بہت مستفیض ہو رہے ہیں اور علم میں اضافہ کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین"

اس علمی مائدہ کی تیاری میں درج ذیل احباب وخواتین کا تعاون شامل رہا۔

مکرم منہاس محمود۔جرمنی، مکرم تمثیل احمد، عزیزم زاہد محمود، عزیزم فضل عمر شاہد۔لٹویا ، عزیزم سعید الدین احمد۔برطانیہ، مکرمہ عائشہ چوہدری۔جرمنی اور عزیزم عامر محمود۔برطانیہ۔فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ احسن الجزاء

خاکسار

ابو سعید حنیف احمد محمود

مربّی سلسلہ حال برطانیہ

(شاہد۔عربی فاضل)

(سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ والفضل آن لائن لندن ونائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ)

25/ اگست 2026ء

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

ای میل: hanifahmadmahmood@hotmail.com

تقاریر کے حوالے سے چند باتیں

1. خاکسار نے جو تقاریر تیار کیں وہ سات سے آٹھ منٹ دورانیہ کی ہیں اس میں نیت یہ تھی کہ جماعتی و ذیلی تنظیموں کے تربیتی و تبلیغی اجلاسات میں پڑھی جاسکیں۔

2. جہاں تک مقابلہ جات کی تقاریر کا تعلق ہے ان میں ان تقاریر کو ذرا مختصر کر کے حسب پروگرام کی جاسکتی ہیں کیونکہ چھوٹی تحریر کو بڑا کرنا قدرے مشکل ہوتا ہے جبکہ بڑی یا لمبی تحریر بآسانی مختصر کی جاسکتی ہے۔

3. بعض دوست جب کسی عنوان کے تحت تقریر کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کو وہ تقریر عنوان کی قدرے تبدیلی سے جب بھجوائی جاتی ہے وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ وہ عنوان تو نہیں ہے جبکہ عنوان تبدیل کر کے اگر وہی تقریر کر دی جائے تو وہ عین درست ہوتا ہے جیسے آنحضورؐ کا عفو کا مقام اور آنحضورؐ اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم۔

4. تقریر کرتے وقت صاحب صدر یا سامعین کو مخاطب کرتے موقع و محل کو مد نظر رکھنا چاہئے کیونکہ صاحب تحریر کے مد نظر بھائی اور بہنیں دونوں ہوتی ہیں۔ اس طرح مخاطب ضمیر بھی بدل جائے گی۔

5. اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تقریر خود تیار کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اس سے کتب بینی کا بھی موقع میسر آتا ہے۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی بھی توفیق ملتی ہے۔ عنوان کو ذہن میں رکھ کر درود شریف اور دعائے قرآنیہ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ بار بار پڑھیں۔ اپنے خدا سے مدد مانگیں اور اگر ممکن ہو تو صدقہ بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ مضمون سلجھا دے گا اور تقریر لکھنے میں الٰہی مدد و نصرت بھی ملے گی۔

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

1۔ جماعت احمدیہ و ذیلی تنظیموں کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں

2۔ تقاریر سیرت و شمائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

3۔ 100 تقاریر برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ بر موقع صد سالہ جوبلی

4۔ 52 علامات 52 تقاریر بابت پیشگوئی مصلح موعود

5۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ (جلد اول)

6۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک 2024ء (حصہ اول)

7۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت (حصہ اول)

8۔ 25 تقاریر بابت انفاق فی سبیل اللہ

9۔ 65 تقاریر برائے انصاراللہ

10۔ 20 تقاریر بابت محرم الحرام

11۔ 25 تقاریر بابت اہل بیت رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ

12۔ 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ دوم)

13۔ 70 تقاریر برائے خدام الاحمدیہ

14۔ 50 تقاریر بابت قرآن کریم (حصہ اول)

15۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (حصہ اول)

16۔ 60 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ اول)

17۔ 40 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ دوم)

18۔ 20 تقاریر بابت فلسفہ دُعا اور اس کی حقیقت

19۔ 30دروس بابت رمضان المبارک 2025ء (حصہ دوم)

20۔ 30 تقاریر بابت رمضان المبارک 2025ء (جلد اول)

21۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ 2025ء (جلد دوم)

22۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت 2025ء (حصہ دوم)

23۔ 10 تقاریر بعنوان صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

24۔ 20 تقاریر بعنوان صحبتِ صالحین

25۔ 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ سوم)

26۔ 30 تقاریر بابت قولِ سدید و قولِ زور

27۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد دوم)

28۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد سوم)

29۔ 50 تقاریر برائے نَونہالانِ جماعت

30۔ ''مشاہدات'' کی مالا کے 1000 موتی

31۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد چہارم)

32۔ 50 تقاریر بابت وجودِ باری تعالیٰ (جلد اول)

33۔ 25 تقاریر بابت عہدِ بیعت، شرائطِ بیعت اور ہم

34۔ 30 تقاریر بابت رمضان المبارک 2026ء (ارشادات، افاضات، فتاویٰ و فقہی مسائل)

35۔ 75 تقاریر بابت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی احبابِ جماعت کو پَند و نصائح

36۔ 25 تقاریر بعنوان اسلامی اصطلاحات کی اہمیت، افادیت اور برکات (حصہ اول)

37۔ 5 تقاریر بابت دیکھو! کیا کہتی ہے تصویر تمہاری

38۔ ''مشاہدات'' کی مالا کے 1200 موتی

39۔ 10 تقاریر بابت "متاعِ آسمانی"

40۔ 10 تقاریر بابت جلسہ سالانہ کی اہمیت و برکات

41۔ 5 تقاریر بعنوان مَنْطِقُ الطَّیْرِ

زیرِ ترتیب کتب

1۔ 50 تقاریر بابت ایمان اور اِس کی 70 شاخیں

2۔ 50 تقاریر بابت عبادات

3۔ 50 تقاریر بعنوان قرآنی آیات

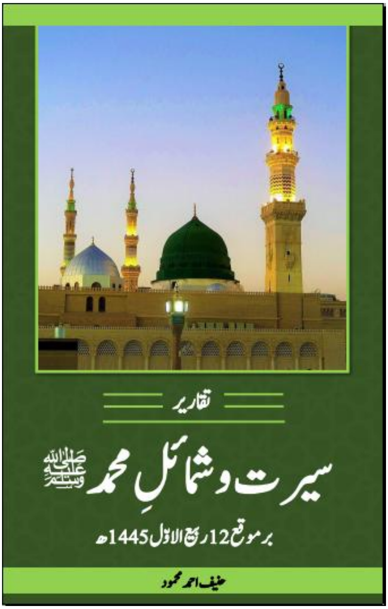
تقاریر
سیرت وشمائلِ محمد ﷺ
برموقع 12ربیع الاول 1445ھ
حنیف احمد محمود

تقاریر
جماعتِ احمدیہ وذیلی تنظیموں
کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں
حنیف احمد محمود

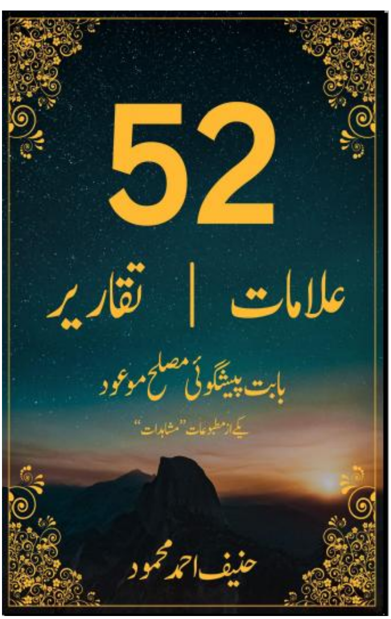
52
علامات | تقاریر
بابت پیشگوئی مصلح موعود
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
حنیف احمد محمود

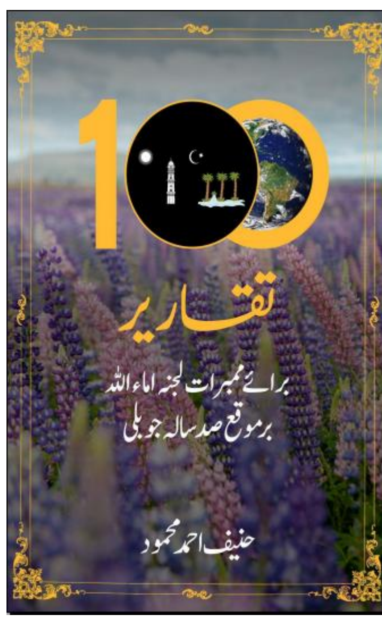
100
تقاریر
برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ
برموقع صد سالہ جوبلی
حنیف احمد محمود

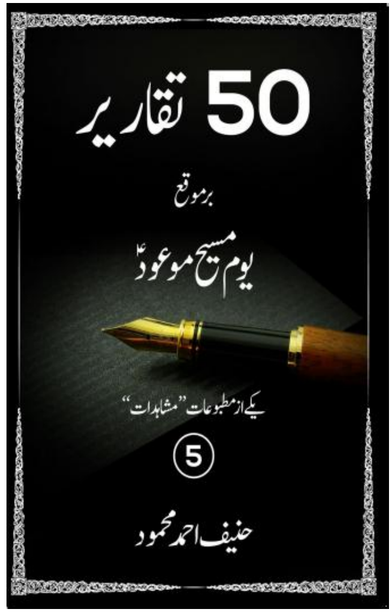
50 تقاریر
برموقع
یوم مسیح موعودؑ
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
5
حنیف احمد محمود

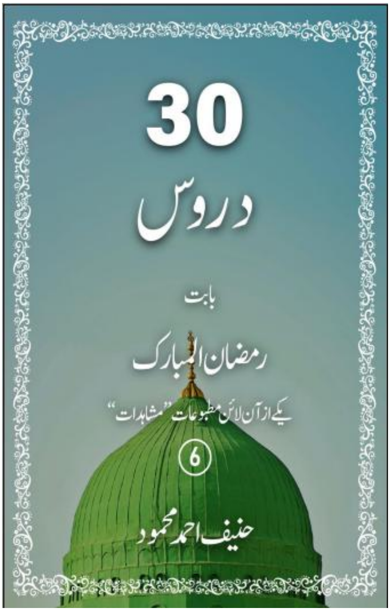
30
دروس
بابت
رمضان المبارک
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
6
حنیف احمد محمود

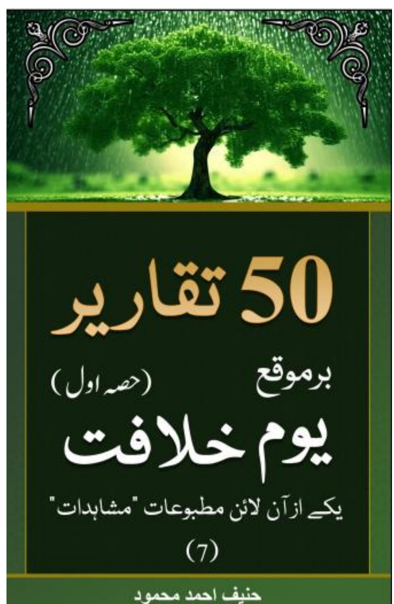
50 تقاریر
برموقع (حصہ اول)
یوم خلافت
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
(7)
حنیف احمد محمود

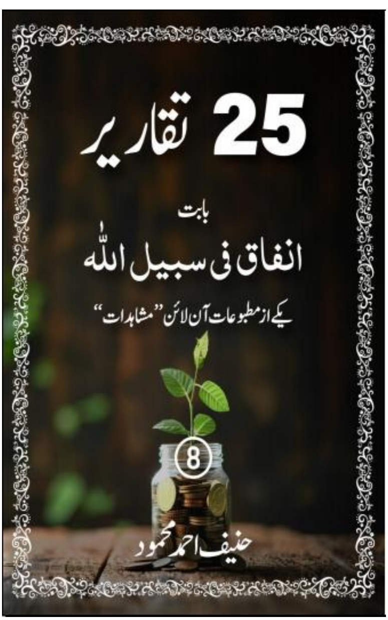
25 تقاریر
بابت
انفاق فی سبیل اللہ
یکے از مطبوعات آن لائن "مشاہدات"
8
حنیف احمد محمود

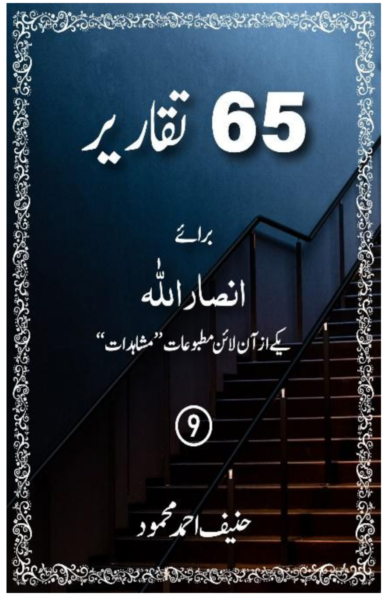
65 تقاریر
برائے
انصار اللہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
9
حنیف احمد محمود

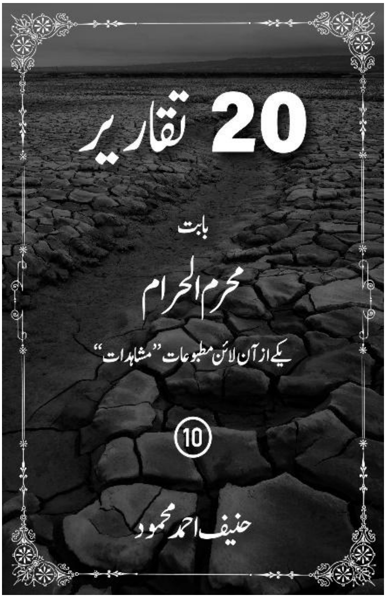
20 تقاریر
بابت
محرم الحرام
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
10
حنیف احمد محمود

25 تقاریر
بابت
اہلِ بیتِ رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
11
حنیف احمد محمود

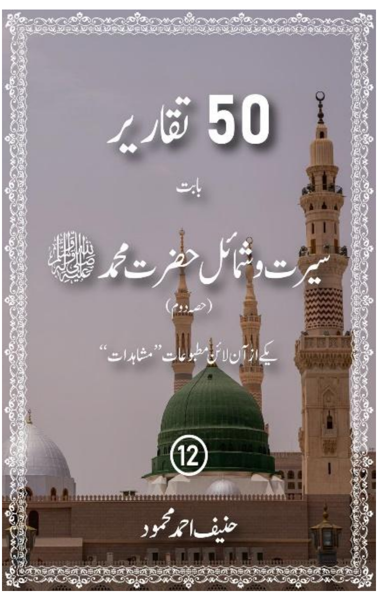
50 تقاریر
بابت
سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ
(حصہ دوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
12
حنیف احمد محمود

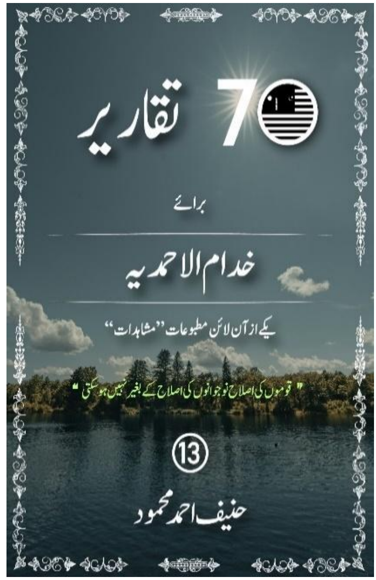
70 تقاریر
برائے
خدام الاحمدیہ
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
''قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی''
13
حنیف احمد محمود

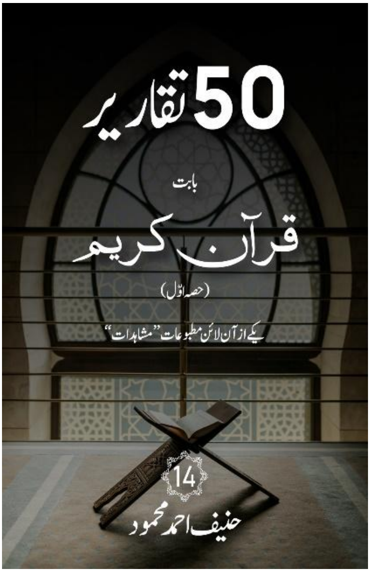
50 تقاریر
بابت
قرآن کریم
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
14
حنیف احمد محمود

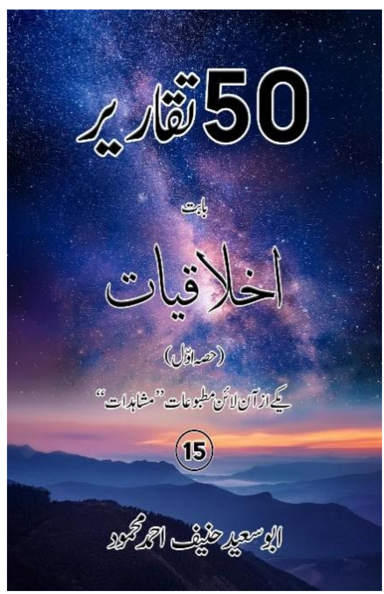
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
15
ابو سعید حنیف احمد محمود

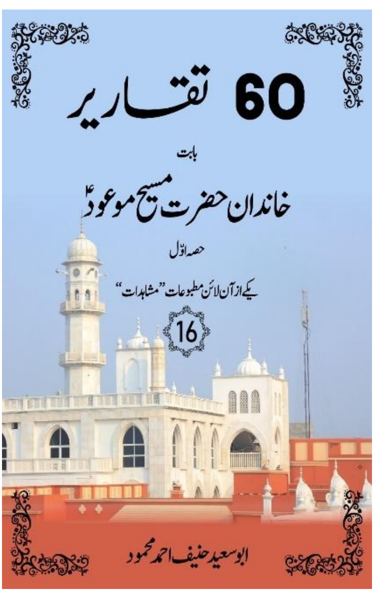
60 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
16
ابو سعید حنیف احمد محمود

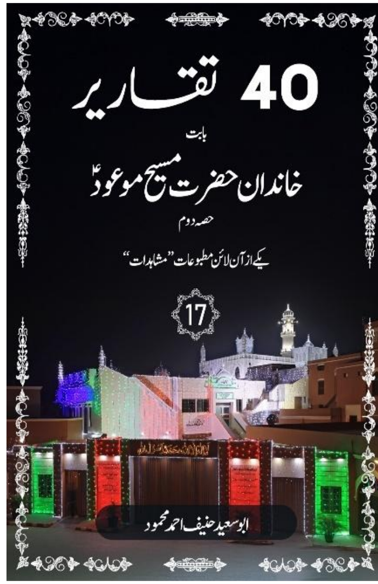
40 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ دوم
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
17
ابوسعید حنیف احمد محمود

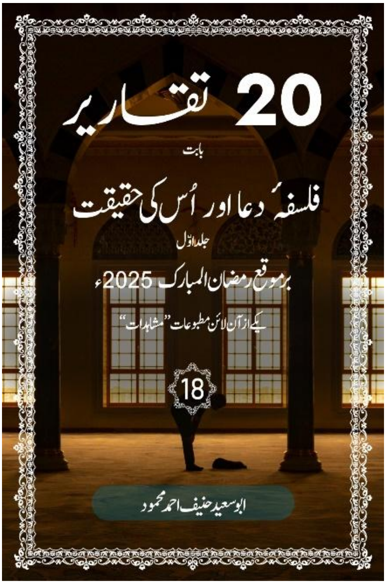
20 تقاریر
بابت
فلسفۂ دعا اور اُس کی حقیقت
جلد اوّل
بر موقع رمضان المبارک 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
18
ابوسعید حنیف احمد محمود

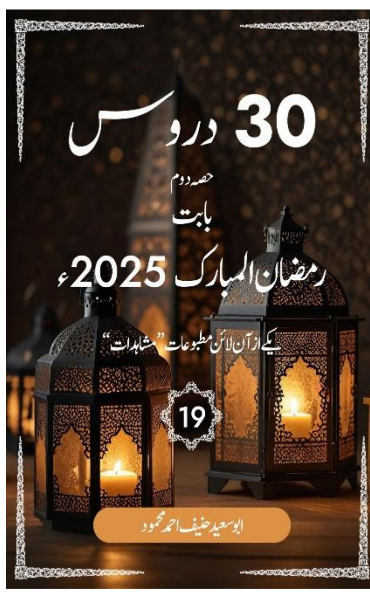
30 دروس
حصہ دوم
بابت
رمضان المبارک 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
19
ابوسعید حنیف احمد محمود

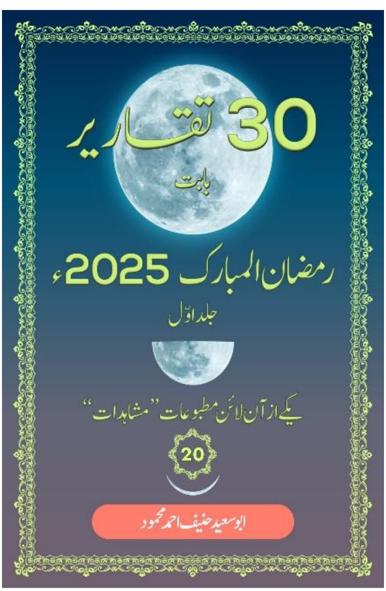
30 تقاریر
بابت
رمضان المبارک 2025ء
جلد اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
20
ابوسعید حنیف احمد محمود

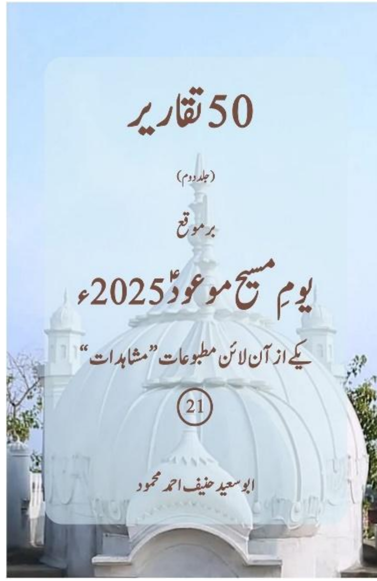
50 تقاریر
(جلد دوم)
بر موقع
یومِ مسیح موعودؑ 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
21
ابوسعید حنیف احمد محمود

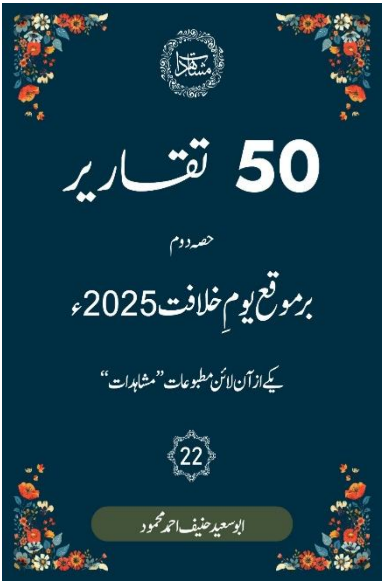
مشاہدات
50 تقاریر
حصہ دوم
برموقع یومِ خلافت 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
22
ابوسعید حنیف احمد محمود

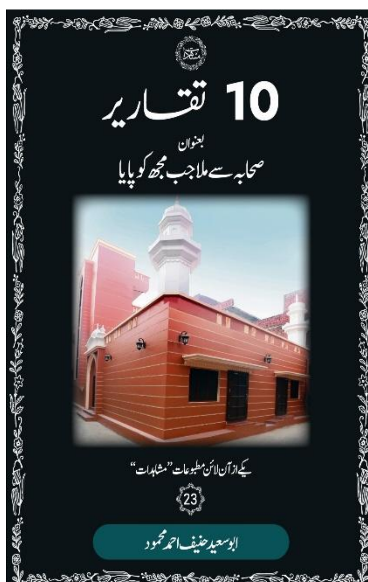
10 تقاریر
بعنوان
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
23
ابوسعید حنیف احمد محمود

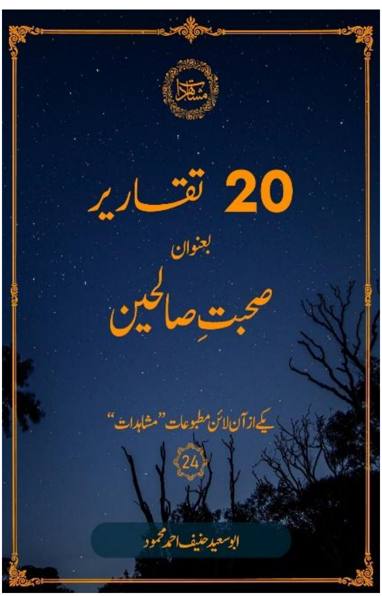
مشاہدات
20 تقاریر
بعنوان
صحبتِ صالحین
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
24
ابوسعید حنیف احمد محمود

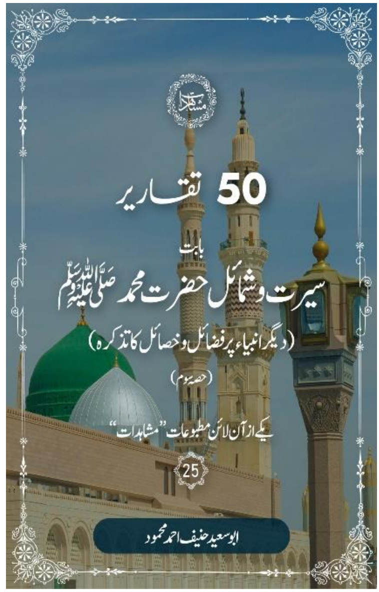
مشاہدات
50 تقاریر
بابت
سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ
(دیگر انبیاء پر فضائل و خصائل کا تذکرہ)
(حصہ سوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
25
ابوسعید حنیف احمد محمود

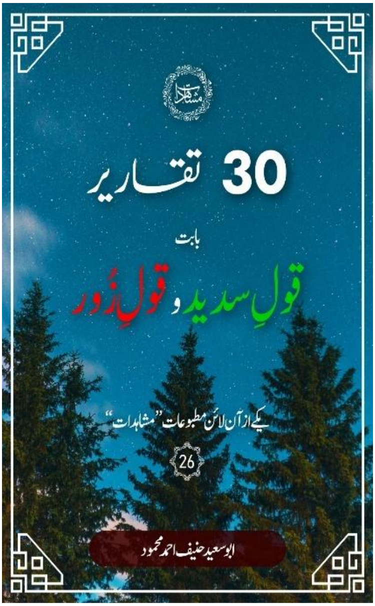
مشاہدات
30 تقاریر
بابت
قولِ سدید و قولِ زُور
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
26
ابوسعید حنیف احمد محمود

مشاہدات
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد دوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
27
ابوسعید حنیف احمد محمود

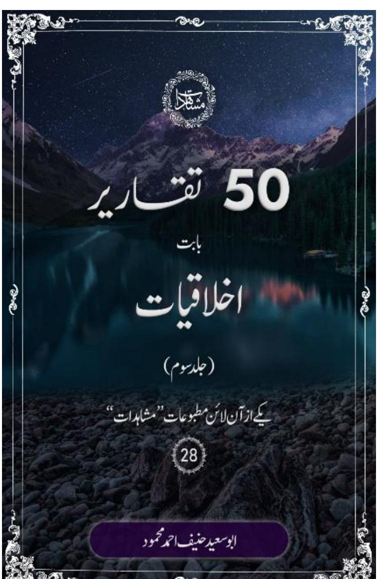
مشاہدات
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد سوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
28
ابوسعید حنیف احمد محمود

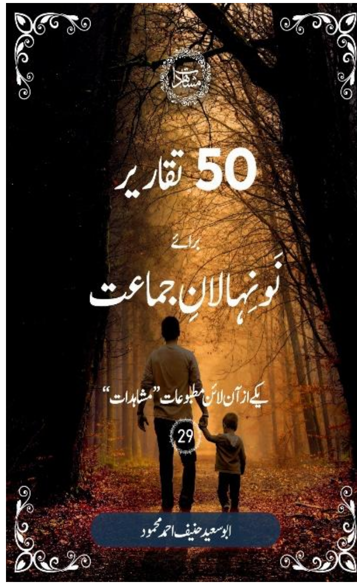
50 تقاریر
برائے
نونہالانِ جماعت
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
29
ابوسعید حنیف احمد محمود

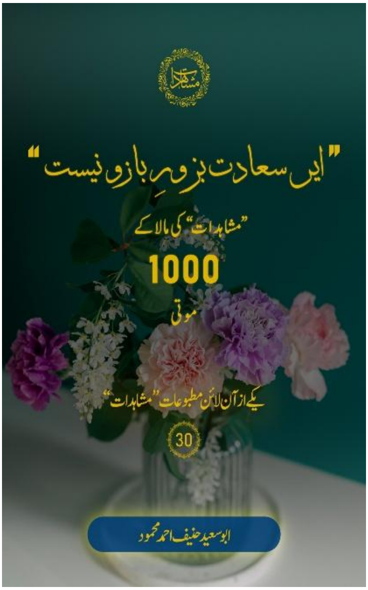
"ایں سعادت بزورِ بازو نیست"
"مشاہدات" کی مالا کے
1000
موتی
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
30
ابوسعید حنیف احمد محمود

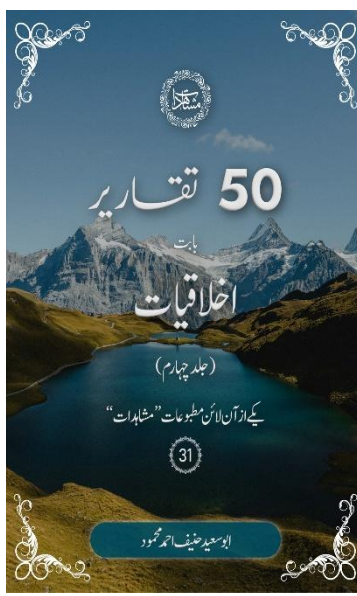
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد چہارم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
31
ابوسعید حنیف احمد محمود

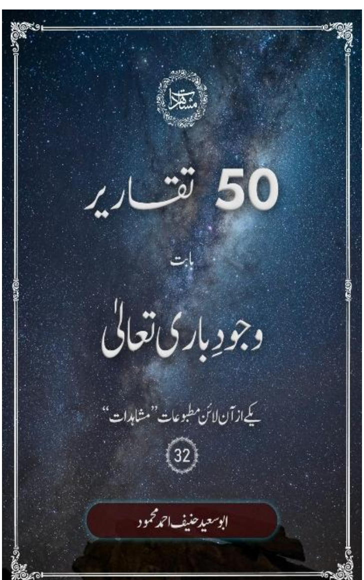
50 تقاریر
بابت
وجودِ باری تعالیٰ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
32
ابوسعید حنیف احمد محمود

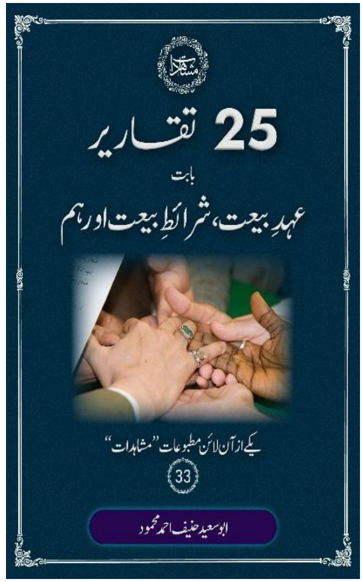
25 تقاریر
بابت
عہدِ بیعت، شرائطِ بیعت اور ہم
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
33
ابوسعید حنیف احمد محمود

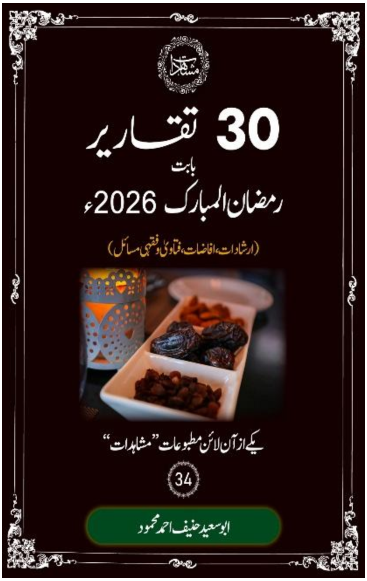
30 تقاریر
بابت
رمضان المبارک 2026ء
(ارشادات، افاضات، فتاویٰ و فقہی مسائل)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
34
ابوسعید حنیف احمد محمود

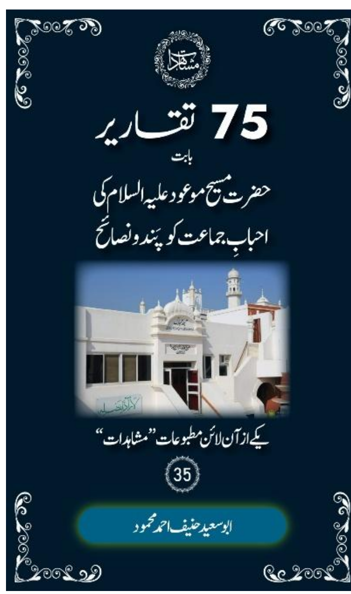
75 تقاریر
بابت
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی
احبابِ جماعت کو پند و نصائح
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
35
ابوسعید حنیف احمد محمود

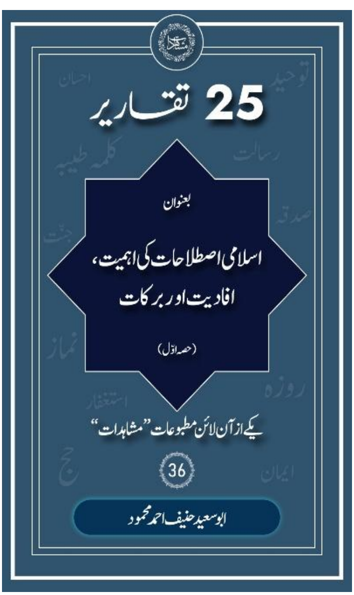
25 تقاریر
بعنوان
اسلامی اصطلاحات کی اہمیت،
افادیت اور برکات
(حصہ اول)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
36
ابوسعید حنیف احمد محمود

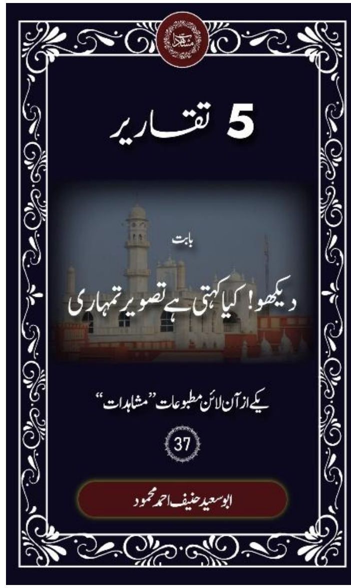
5 تقاریر
بابت
دیکھو! کیا کہتی ہے تصویر تمہاری
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
37
ابوسعید حنیف احمد محمود

"ایں سعادت بزورِ بازو نیست"
"مشاہدات" کی مالا کے
1200
موتی
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
38
ابوسعید حنیف احمد محمود

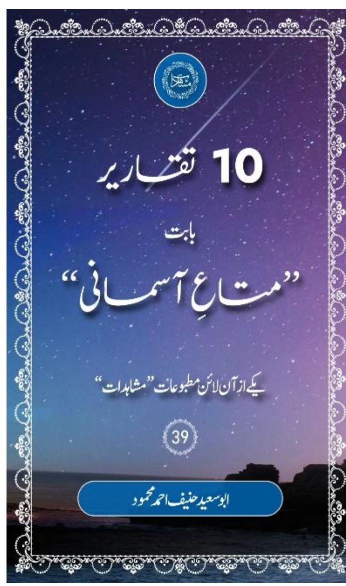
10 تقاریر
بابت
"متاعِ آسمانی"
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
39
ابوسعید حنیف احمد محمود

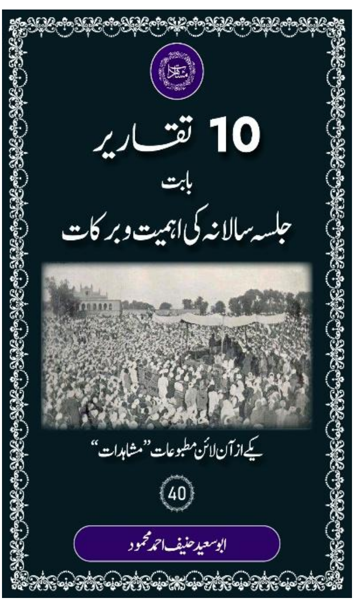
10 تقاریر
بابت
جلسہ سالانہ کی اہمیت و برکات
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
40
ابوسعید حنیف احمد محمود

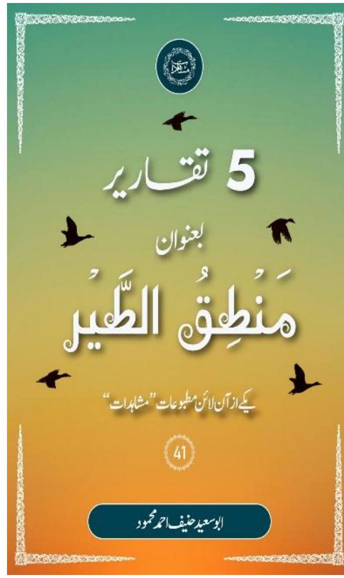
5 تقاریر
بعنوان
مَنطِقُ الطَّیر
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
41
ابوسعید حنیف احمد محمود

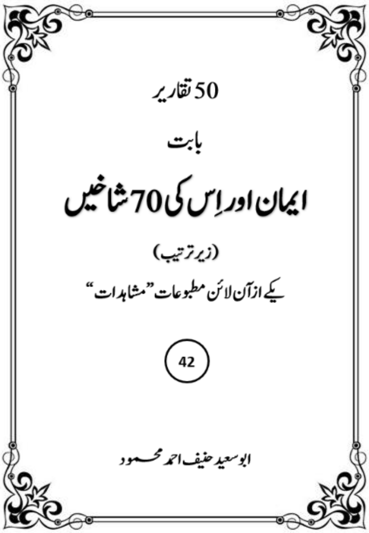
50 تقاریر
بابت
ایمان اور اِس کی 70 شاخیں
(زیر ترتیب)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
42
ابوسعید حنیف احمد محمود

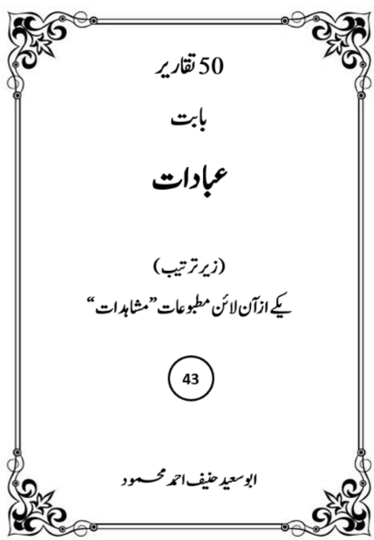
50 تقاریر
بابت
عبادات
(زیر ترتیب)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
43
ابوسعید حنیف احمد محمود

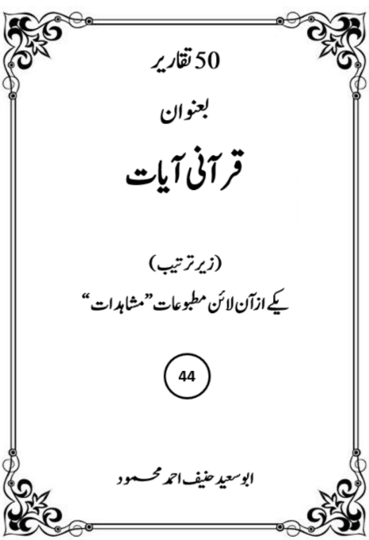
50 تقاریر
بعنوان
قرآنی آیات
(زیر ترتیب)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
44
ابوسعید حنیف احمد محمود

محفوظ قلعے میں داخل ہونے کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اگست 2024ء میں یہ تحریک فرمائی کہ بڑی عمر کے افراد **200 مرتبہ**، 15 سے 25 سال کے افراد **100 مرتبہ** یہ دعائیں پڑھیں اور چھوٹے بچوں سے والدین **3، 4 دفعہ** دہرائیں

Hazrat Khalifatul Masih V (may Allah be his helper) instructed in his Friday Sermon on August 23rd, 2024, that adults should recite these prayers **200 times**, individuals aged 15 to 25 should recite them **100 times**, and parents should repeat these prayers with young children **three or four times**:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

پاک ہے اللہ اپنی حمد کے ساتھ۔ پاک ہے اللہ جو بہت عظیم ہے۔ اے اللہ رحمتیں بھیج، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل پر۔

Holy is Allah, worthy of all praise and greatness. O Allah, bestow Your blessings upon Muhammad and the people of Muhammad.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

میں اللہ اپنے رب سے بخشش طلب کرتا ہوں۔ اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

I seek forgiveness from Allah, my Lord, for all my sins and turn to Him.

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

اے میرے رب! ہر ایک چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے رب! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

My Lord, everything is subservient to You! Protect me, help me, and have mercy on me.

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 28 دسمبر 2025ء کو فرمایا:۔

" جنہوں نے شرائط بیعت اپنے گھروں میں سامنے نہیں لگائیں وہ اب لگالیں جن سے پتہ لگتا رہے کہ شرائط بیعت کیا ہیں اور پڑھنے سے اپنی اصلاح بھی ہوگی "

شرائط بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

اول:۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم:۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بد نظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم:۔ یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم:۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا اور ہر ایک ذِلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم:۔ یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہواوہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللہ اور قَالَ الرَّسُوْل کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم:۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم:۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردئ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم:۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض لِلّٰہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12 جنوری 1889ء)

www.mushahedat.com | hanifahmadmahmood@hotmail.com | +44 7376 159966

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 28 دسمبر 2025ء کو فرمایا:۔

"جنہوں نے شرائط بیعت اپنے گھروں میں سامنے نہیں لگائیں وہ اب لگالیں جن
سے پتہ لگتا رہے کہ شرائط بیعت کیا ہیں اور پڑھنے سے اپنی اصلاح بھی ہوگی"

Conditions of Initiation (Bai'at)

I. That he/she shall abstain from Shirk (association of any partner with God) right up to the day of his/her death.

II. That he/she shall keep away from falsehood, fornication, adultery, trespasses of the eye, debauchery, dissipation, cruelty, dishonesty, mischief and rebellion; and will not permit himself/herself to be carried away by passions, however strong they might be.

III. That he/she shall regularly offer the five daily prayers in accordance with the commandments of God and the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him); and shall try his/her best to be regular in offering the Tahajud (pre-dawn supererogatory prayers) and invoking Darood (blessings) on the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him); that he/she shall make it his/her daily routine to ask forgiveness for his/her sins, to remember the bounties of God and to praise and glorify Him.

IV. That under the impulse of any passions, he/she shall cause no harm whatsoever to the creatures of Allah in general, and Muslims in particular, neither by his/her tongue nor by his/her hands nor by any other means.

V. That he/she shall remain faithful to God in all circumstances of life, in sorrow and happiness, adversity and prosperity, in felicity and trial; and shall in all conditions remain resigned to the decree of Allah and keep himself/herself ready to face all kinds of indignities and sufferings in His way and shall never turn away from it at the onslaught of any misfortune; on the contrary, he/she shall march forward.

VI. That he/she shall refrain from following un-islamic customs and lustful inclinations, and shall completely submit himself/herself to the authority of the Holy Quran; and shall make the Word of God and the Sayings of the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) the guiding principle in every walk of his/her life.

VII. That he/she shall entirely give up pride and vanity and shall pass all his/her life in humbleness, cheerfulness, forbearance and meekness.

VIII. That he/she shall hold faith, the honor of faith, and the cause of Islam dearer to him/her than his/her life, wealth, honor, children and all other dear ones.

IX. That he/she shall keep himself/herself occupied in the service of God's creatures for His sake only; and shall endeavor to benefit mankind to the best of his/her God-given abilities and powers.

X. That he/she shall enter into a bond of brotherhood with this humble servant of God, pledging obedience to me in everything good, for the sake of Allah, and remain faithful to it till the day of his/her death; that he/she shall exert such a high devotion in the observance of this bond as is not to be found in any other worldly relationship and connections demanding devoted dutifulness.

(Translated from Ishtehar Takmeel-e-Tabligh, January 12, 1889)

انڈیکس

صفحہ	عنوان	مشاہدات	نمبر شمار
1	"مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ"(تقریر نمبر 1)	1255	1
10	"مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ"(تقریر نمبر 2)	1256	2
24	"مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ"(تقریر نمبر 3)	1257	3
35	"مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ"(تقریر نمبر 4)	1258	4
46	"مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ"(روحانی ہجرت)(تقریر نمبر 5)	1282	5

ضروری نوٹ

ہر مقرر یعنی تقریر کرنے والا تقریر کا آغاز درج ذیل تشہد سے کرے۔

تشہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ / خطاب کے آغاز میں تشہد بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس خطبہ / خطاب میں تشہد نہ ہو وہ یَدِ جَذْمَاء یعنی ایک ٹنڈے (کٹے ہوئے) ہاتھ کی مانند ہے۔

(جامع ترمذی، مشکوۃ المصابیح، باب اعلان النکاح، حدیث نمبر 3015)

﴿1﴾ ﴿مشاہدات۔1255﴾

"مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ"

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ وَاُوۡتِیۡنَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ ؕ اِنَّ ہٰذَا لَہُوَ الۡفَضۡلُ الۡمُبِیۡنُ (النمل:17)

اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا اور اس نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبان سکھائی گئی ہے اور ہر چیز میں سے ہمیں کچھ عطا کیا گیا ہے۔ یقیناً یہ کھلا کھلا فضل ہی ہے۔

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

(درثمین)

معزز سامعین! مجھے آج حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک اہم دعویٰ "عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ" پر گفتگو کرنی ہے۔ حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ کے بیٹے تھے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے 19 بچے تھے اور حضرت داؤدؑ سب سے زیادہ ٹرسٹ حضرت سلیمانؑ پر اُن کی عقلمندی اور سوجھ بوجھ کی وجہ سے کرتے تھے۔ آپؑ علمی وارث بنے۔ اس لئے آپؑ نے اپنا جانشین حضرت سلیمانؑ کو مقرر فرمایا۔ آپؑ گو بادشاہ تھے مگر اللہ کے نبی بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پانچ سورتوں میں مختلف جگہوں پر حضرت سلیمانؑ کا ذکر کیا ہے۔ اُن میں سے ایک سورۃ النمل کی آیت 17 میں ہے۔

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے:

سلیمان داؤد کا وارث ہوا اور اس نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبان سکھائی گئی ہے اور ہر چیز میں سے ہمیں کچھ عطا کیا گیا ہے۔ یقیناً یہ کھلا کھلا فضل ہی ہے۔

اس دعویٰ میں حضرت سلیمانؑ نے دو باتیں کہی ہیں۔

اوّل۔ ہمیں پرندوں کی زبان (بولی) سکھائی گئی ہے۔

دوم۔ ہمیں ہر ضروری چیز یعنی تعلیم دی گئی ہے۔

جو سبق یہاں حضرت سلیمانؑ نے ہمیں دیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ پر انعامات نازل کئے ہیں تو اُسے خدا تعالیٰ کا فضل قرار دے کر اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کے الفاظ میں اپنے خالق، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ یعنی جب بھی آپ کوئی نعمت پائیں اَور اللہ کا فضل آپ پر ہو تو پھر پرندے کی طرح اللہ تعالیٰ کی تسبیحات کرنی چاہیں۔

مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ کے متعلق بہت سے مفسّرین نے اپنی اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق اِس کی مختلف توجیہات اور استدلات کیے ہیں۔ لیکن جو معنی اور اِس کی تفسیر حضرت مسیح موعودؑ اور ہمارے خلفاء نے کی ہے۔ اُس نے ہی مجھے یہ تقریر لکھنے پر قائل کیا ہے۔

اس کے معنیٰ روحانی اور کشفی ہیں۔ طَیۡر پرندے اور پکھیرو کو کہتے ہیں۔ جن میں سے بعض تیز رَو، پوری قوّت اور استقامت سے بلندیوں پر پرواز کرتے ہیں کہ سمندروں کے سمندر عبور کر جاتے ہیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں اور بلندیوں پر بسیرا کرتے ہیں۔ طیّارہ کا لفظ بھی اِسی سے مُستعار لیا گیا ہے۔ جس کے معنے ہوائی جہاز کے ہیں۔ طیّار اُڑنے والے، دوڑنے والے اور پَروں والے پرندہ کو کہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب اور تصنیفات میں لفظ "تیار" کو "طیّار" ط سے لکھا ہے۔ غالباً اِس میں یہ اشارہ ہے کہ مؤمن ہر وقت اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے لیے ہمیشہ طیّار بیٹھا نظر آتا ہے یعنی اُڑنے کو تیار ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس مضمون کو یوں ادا فرمایا ہے:

جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْکَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا
یَا لَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ الطَّیَرَانِ

کہ اے محمد! میرا جسم تیری طرف بلند شوق کے ساتھ اُڑنے کو تیار بیٹھا ہے۔ کاش! مجھے اُڑنے کی قوّت اور طاقت نصیب ہو جائے۔

مَنْطِقُ الطَّیْرِ کے الفاظ میں لفظ مَنْطِق بھی غور طلب ہے۔ مَنْطِق، نُطَق سے ہے۔ جس کے معنٰی گویائی، گفتگو، بات چیت اور خوش کلامی کے ہیں۔ (علمِ منطق ایک ایسا علم ہے جو منطقی دلائل سے حق کو حق اور ناحق کو ناحق کہے) پرندے بھی ایسی مَنطِق (بولی) بولتے ہیں جس میں خدا تعالیٰ کی تسبیحات شامل ہیں۔ ایشیائی ممالک بشمول پاکستان کے دیہاتی علاقوں میں بُلبل صبح سویرے اپنی سریلی آواز سے تسبیحاتِ الٰہیہ کے رنگ بکھیر رہی ہوتی ہے اور گرمیوں بالخصوص آموں کے موسم میں میں کوئل چلچلاتی دھوپ میں دوپہر کو کُوک کر اپنے اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔

مَیں 2019ء میں جب حضرت خلیفۃُ المسیح کے نمائندہ کے طور پر سیر الیون جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے گیا تو طیّارے سے اُتر کر جب " لُنگے " میں رات بسر کی تو علَی الصبح کوئل کی سیریلی آواز سننے کو ملی جو اللہ کی تسبیح کر رہی تھی۔ اِسی کو مَنْطِقُ الطَّیْرِ کہتے ہیں۔ ہمارے خلفاء نے اِسی مفہوم کو مؤمنوں پر لاگو کیا ہے کہ وہ روحانی پرندے ہیں جو روحانی اور ایمانی لحاظ سے زمین پر بسیرا نہیں کر رہے ہوتے بلکہ اونچی اور بلند پرواز بھر کر اللہ تعالیٰ کے شکر کے گیت گاتے ہیں۔ یہ مؤمنوں کا مَنْطِقُ الطَّیْرِ ہے جو آج میری تقریر کا لُبِّ لباب ہے۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الاوّلؓ اِن معنوں کے اعتبار سے فرماتے ہیں:

" مَنْطِقُ الطَّیْرِ۔ یہ ایک علم ہے جس کو عبرانی زبان میں وَبَرْھَا عَہَف اور یونانی میں ارنی ٹولوجیا اور ہندی میں بسنت راج کی وِدّیا، عربی میں مَنْطِقُ الطَّیْرِ کہتے ہیں یعنی جانوروں کی بولیوں اور رنگوں اور اُڑنے اور بیٹھنے وغیرہ وغیرہ امور سے عجیب عجیب علمی استدلال کرتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ یہ سب امور

کشفی تھے اور ہو سکتے ہیں جیسے امورِ برزخیہ کا حال ہے اور طَیۡر ہر قسم کے سوار کو بھی کہتے ہیں اور عام طور پر کلامِ عرب میں طَایِرٌ تیز گھوڑے کے سوار کو کہتے ہیں تو سلیمان علیہ السلام کا مطلب یہ ہو گا کہ رسالہ کے قواعد کی بولیاں مَیں جانتا ہوں ۔ مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ تین قسم کے ہیں۔ ایک تو انبیاء کو، دوسرے حکماء کو۔ تیسرے تجربہ کاروں کو۔ حضرت سلیمانؑ کو تینوں حاصل تھے۔"

(ترجمۃ القرآن سورۃ النمل آیت 17 فٹ نوٹ)

حضرت خلیفۃُ المسیح الثانیؓ اِسی آیت کے تحت فٹ نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ہم دوسری جگہ لکھ چکے ہیں کہ طَیۡرٌ کے معنٰی آسمانی پرواز کرنے والے لوگوں (یعنی برگزیدہ لوگوں) کے ہوتے ہیں۔ وہی معنٰی اِس جگہ پرندوں کے ہیں۔"

(فٹ نوٹ۔ تفسیر صغیر سورۃ النمل آیت:17 صفحہ 619)

پھر آپؓ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

"طَیۡر عربی زبان میں اُڑنے والی چیز کو کہتے ہیں۔ اور استعارۃً اس سے وہ لوگ مراد ہوتے ہیں جو عالَمِ روحانی کی فضاؤں میں پرواز کرتے اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور اس کے محبوب ہوتے ہیں۔ بانئ سلسلہ احمدیہ کا ایک الہام بھی ان معنوں پر روشنی ڈالتا ہے۔ آپؑ کو ایک دفعہ الہام ہوا کہ:

"ہزاروں آدمی تیرے پَروں کے نیچے ہیں۔" (تذکرہ صفحہ 272 ایڈیشن 2022ء)

اب ظاہر ہے کہ پَر ہمیشہ پرندوں کے ہی ہوا کرتے ہیں اور پرندے کے پَروں کے نیچے بیٹھنے والے بھی پرندے ہی ہوتے ہیں۔ گویا اس الہام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی پرندہ قرار دیا گیا اور پھر یہ بھی بتایا گیا کہ وہ لوگ جو آپ کی صحبت سے فیض حاصل کرنے والے ہیں۔ وہ بھی عالَمِ روحانی کے پرندے ہیں۔ اس الہام نے قرآن کریم کی اس آیت کی تشریح کر دی اور بتادیا کہ طَیۡر سے مراد جسمانی پرندے نہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف پرواز کرنے والے ہیں۔ ان برگزیدہ لوگوں کو استعارۃً اس لئے بھی پرندہ کہا جاتا ہے کہ پرندہ آسمان کی طرف اُڑتا ہے اور علوم سماوی آسمان سے نیچے کی طرف اُترتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جب کوئی چیز اوپر سے نیچے کی طرف آرہی ہو گی تو وہ سب سے پہلے اُسی کو ملے گی جو اوپر پرواز کر رہا ہو گا۔ پس عالَمِ روحانی کی فضاؤں میں پرواز کرنے والے کو اس لئے بھی پرندہ کہا جاتا

ہے کہ آسمانی علوم اور اسرارِ غیبی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے ہیں وہ سب سے پہلے انہی لوگوں کو الہام یا رؤیا و کشوف کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں جو اوپر پرواز کر رہے ہوں اور انہی آسمانی طیور کو اللہ تعالیٰ سب سے پہلے اپنے فیوض سے متمتّع فرماتا ہے۔ پھر وہ لوگ جو ان کی صحبت میں آکر بیٹھتے ہیں وہ بھی اپنے اپنے اخلاص اور درجہ کے مطابق ان فیوض سے مستفیض ہوتے چلے جاتے ہیں۔

غرض طَیۡر کے اس مفہوم کو مدّ نظر رکھتے ہوئے عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ کے یہ معنی ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوگوں سے کہا کہ اے لوگو! مجھے بھی وہ بولی سکھائی گئی ہے جو بلندی کی طرف پرواز کرنے والے لوگوں کو سکھائی جاتی ہے یعنی نبیوں کے معارف اور حقائق اور یہ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک حضرت سلیمان علیہ السلام نبی نہیں تھے بلکہ صرف بادشاہ تھے... پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے اس خیال کی تردید کی ہے اور بتایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی تھے اور انہیں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی علوم اور معارف عطا کئے گئے تھے جو اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں کو عطا کئے جاتے ہیں جو اس کی طرف پرواز کرتے ہیں اور اس کے قرب میں بہت بلند اور بالا مقام رکھتے ہیں۔"

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 356-357)

حضرت خلیفۃُ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"قرآن کریم کے نزدیک مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ تو اُن لوگوں کی زبان ہے جو پرندوں کی طرح آسمان میں اُڑتے ہیں یعنی آسمانی زبان میں کلام کرتے ہیں۔"

(تعارف سورۃ النمل از ترجمۃ القرآن صفحہ 647)

حضورؒ نے تَفَقَّدَ الطَّیۡرَ (سورۃ النمل:21) کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اُس نے ایک بلند خیال انسان کو غائب پایا اور فٹ نوٹ میں تحریر فرمایا ہے کہ "طَیۡرٌ" بمعنی بلند خیال انسان۔

(غریبُ القرآن)

سامعین! کتنا لطیف اور پُر معاف مضمون ہے جو ہمارے خلفاء نے بیان فرمایا اور ہماری عقلیں اس مفہوم کو تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ ورنہ پرندوں کی زبان سمجھنے کے حوالہ سے مفسّرین کی عجیب و غریب تفسیر کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

”غرض جس طرح دنیا کی ہر زبان میں مجاز اور استعارات کا استعمال پایا جاتا ہے اسی طرح الہامی کتابیں بھی ان استعارات کو استعمال کرتی ہیں۔ مگر وہ لوگ جو استعارہ اور مجاز کی حقیقت کو نہیں سمجھتے وہ انہیں ظاہر پر محمول کر لیتے ہیں اور اس طرح خود بھی ٹھوکر کھاتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی ٹھوکر کا موجب بنتے ہیں۔

یہی حال مَنۡطِقُ الطَّیۡر کا ہے۔ مفسرین نے صرف طَیۡر کے لفظ کو دیکھ کر خیال کر لیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو امتیازی طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ انہیں تیتروں اور بٹیروں کی بولی بھی سکھا دی تھی مگر سوال یہ ہے کہ اس بولی کے سکھانے کا فائدہ کیا تھا۔ یا تو یہ تسلیم کیا جائے کہ پرندے بھی بڑے بڑے علوم اور معارف جانتے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس علم سے محروم رہیں اس لئے اس نے آپ کو ان کی زبان بھی سکھا دی۔ مگر پرندے تو ایک جاہل سے جاہل اور غبی سے غبی انسان جتنی بھی عقل نہیں رکھتے پھر ان سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیا علم سیکھنا تھا۔ پھر اگر ان کا دماغ واقعہ میں اتنا اعلیٰ ہوتا کہ حضرت سلیمانؑ جیسے نبی کو بھی ان سے معارف اور علوم حاصل کرنے ضرورت تھی تو شریعت ان کو ذبح کرنے کی اجازت کیوں دیتی۔ اللہ تعالیٰ کا انسان کو ذبح کرنے کی اجازت نہ دینا اور جانوروں کو ذبح کرنے کی اجازت دینا صاف بتا رہا ہے کہ یہ امتیاز صرف دماغ کے فرق کی وجہ سے رکھا گیا ہے اور ان کا دماغ عام انسانی دماغ سے بھی ادنیٰ ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان کی زبان کس حکمت کے ماتحت سکھائی گئی تھی۔

پھر مفسّرین صرف یہیں تک بس نہیں کرتے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو تمام پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی تھیں بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہُدہُد جو ایک پرندہ تھا وہ اتنی عقل اور سمجھ رکھتا تھا کہ اس نے ملکہ سبا کی باتیں سمجھیں۔ اس کے درباریوں کی باتیں سمجھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی باتیں سمجھیں۔ مگر ہُدہُد کی باتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے سوا اَور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ گویا ایک پرندہ حضرت

سلیمان علیہ السلام کے تمام درباری علماء اور فضلاء سے بھی بڑا تھا۔ کیونکہ وہ ان سب کی باتیں سمجھتا تھا لیکن اس کی بات کو کوئی نہیں سمجھتا تھا اور اگر کوئی سمجھتا تھا تو وہ صرف حضرت سلیمانؑ تھے۔ گویا اگر ہُدہُد سے کسی کو برابری حاصل تھی تو صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کو تھی باقی جتنے امراء اور وزراء وہ سب اُس "کھٹ بڑھئی" سے نیچے تھے۔ یہ اتنا احمقانہ نقشہ ہے کہ اس کو ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ اگر یہ بات مانی جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ پرندے انسان سے افضل ہیں اور پھر ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ پرندوں کو ذبح کرنا جائز نہیں ہاں انسان کو ذبح کر کے کھانا جائز ہے کیونکہ پرندے نعوذ باللہ انسان سے افضل ہیں۔ یہ تو "اندھیر نگری چوپٹ راجہ" والی بات ہو گی جس کو کوئی بھی معقول انسان تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔"

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 355-356)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اس حوالہ سے مزید فرماتے ہیں:

"حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ کا وارث ہوا۔ (علم و کمالات روحانی میں) اور کہا۔ اے لوگو! ہم کو علم مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ سکھلایا گیا۔ علم مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ کو یونانی میں ارفی سولوجیا، سنسکرت میں بسنت راج، عربی و برہا عَرف کہتے ہیں۔ یہ بڑا بھاری علم ہے۔ اس علم کے ایک شعبہ آوازوں سے شکاری لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ طبیب علاج میں اور سیّاح پانی۔ آبادی راستوں کا پتہ ان کے ذریعہ لگاتے ہیں۔ روحانی لوگ کشف والے ان کے حالات سے اعلیٰ سے اعلیٰ عجائبات حاصل کرتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کو دونوں قسم کے فوائد ظاہری و باطنی مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ سے حاصل تھے۔"

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 284)

حضرت سلیمانؑ کے ساتھ پرندوں کے الفاظ سورۃ النمل کی آیت 18 میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ سلیمان کے لئے جنّ و انس اور پرندوں میں سے اس کے لشکر اکٹھے کئے گئے اور انہیں الگ الگ صفّوں میں ترتیب دیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اِس کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

"طَیۡر بہادر سوار، عرب میں بہادروں اور عمدہ فوجوں کی تعریف یہ بھی کی جاتی ہے کہ ان کے ساتھ پرندے رہتے ہیں۔ یعنی یہ دشمن کو ہلاک کرتے ہیں اور پرندے ان کا گوشت نوچ نوچ کر کھاتے ہیں اور ان کے دفن کا مجاز نہیں ہوتا۔"

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 285)

پھر فرمایا۔

"اَلۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ وَالطَّیۡرِ: امیر لوگ۔ غریب لوگ فاتح قوموں کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ پرندے ان کے ساتھ اڑتے ہیں تاکہ دشمن کی لاشیں کھائیں۔"

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 285)

ایک شاعر نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

سامعین! قرآن کریم کے ہر لفظ میں ہم مسلمانوں کے لئے ایک سبق ہے، ایک نصیحت ہے، ایک لائحہ عمل ہے۔ حضرت سلیمانؑ کے واقعات کو ہی لیں تو اِس میں بہت سے اسباق ملتے ہیں۔ اُن میں سے ایک بڑا سبق انعامات الٰہیہ پر شکرِ الٰہی کرنا ہے جس کا اختصار سے ذکر خاکسار اوپر کر آیا ہے۔ تاہم حضرت سلیمانؑ باوجود بادشاہ ہونے کے منکسر المزاج بھی تھے اور انکساری و عاجزی اِس قدر تھی کہ ایک عورت کے آپؑ کے متعلق ایک بیان پر آپؑ ہنس دیئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور یوں گویا ہوئے۔

رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰہُ وَاَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ (النمل:20)

کہ اے میرے ربّ! مجھے توفیق بخش کہ مَیں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تونے مجھ پر کی اور میرے ماں باپ پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جو تجھے پسند ہوں اور تُو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیکوکار بندوں میں داخل کر۔

یہ بہت جامع دُعا ہے۔ اِس میں شکر کی توفیق پانے کی اللہ تعالیٰ سے طاقت چاہی گئی ہے۔ ایسے انعامات پر شکرِ الٰہی جو مجھ پر تُو نے کی اَور میرے ماں باپ پر کی۔ نیک عمل کرنے کی توفیق کے لئے دعا کی اور اپنی رحمت سے نیک اور صالح لوگوں میں شامل کیے رکھیو۔

تقریر کے آخر پر حضرت سلیمانؑ کی دانشمندی اور بلند خیالی کا ایک واقعہ اس غرض سے بیان کر رہا ہوں کہ آپؑ واقعتًا طَیْر تھے اور مَنْطِقُ الطَّیْر بولتے تھے۔ لکھا ہے آپؑ کے دربار میں دو عورتیں ایک بچے کے ساتھ حاضر ہوئیں۔ ہر دو کا دعویٰ تھا کہ یہ بچہ میرا ہے اُس وقت DNA کا نظام تو تھا نہیں کہ ٹیسٹ کے ذریعہ فیصلہ ہو جاتا۔ بادشاہ یعنی حضرت سلیمانؑ نے کارندوں کو حکم دیا کہ چُھری مہیا کی جائے۔ جب چُھری لائی گئی تو آپؑ نے دونوں عورتوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ مَیں بچے کے دو ٹکڑے کرنے لگا ہوں تا آدھا آدھا آپ کو دے سکوں۔ بچے کی حقیقی والدہ بول اُٹھی کہ بادشاہ سلامت! میرے جگر کے ٹکڑے کے دو حصّے نہ کریں۔ یہ بچہ اُس خاتون کو دے دیں۔ آپؑ سمجھ گئے کہ یہی اِس کی اصلی اور حقیقی والدہ ہے اور بچہ اُس کو تھما دیا۔

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

﴿2﴾ ﴿مشاہدات۔1256﴾

"مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ"

(تقریر نمبر2)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالطَّیۡرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ کُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسۡبِیۡحَہٗ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ (النور:42)

یعنی کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وہ تمام ذَوِی العقول کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور ان ذوی العقول میں سے جو طَیۡرٌ ہیں وہ صفیں باندھ باندھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور ان گروہوں میں سے ہر ایک کو نماز اور تسبیح کا طریق معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ ان ذوی العقول کے تمام اعمال سے واقف ہے۔

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا
تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

(درثمین)

معزّز سامعین! ہم گزشتہ روز "مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ" کے معنٰی اور تفسیر سُن آئے ہیں۔ لیکن اس اہم موضوع پر خلفائے کرام کے ارشادات طوالت کی وجہ سے بیان کرنے سے رہ گئے تھے۔ جن کو آج تقریر کا حصّہ بنایا جارہا ہے۔ آغاز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات سے کرتا ہوں۔

آپؑ فرماتے ہیں۔

”نیک عمل کی مثال ایک پرند کی طرح ہے۔ اگر صدق اور اخلاص کے قفس میں اسے قید رکھو گے تو وہ رہے گا ورنہ پرواز کر جاوے گا اور یہ بجز خدا کے فضل کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشۡرِکۡ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖۤ اَحَدًا (الکہف: 111) عمل صالح سے یہاں یہ مراد ہے کہ اس میں کسی قسم کی بدی کی آمیزش نہ ہو صلاحیت ہی صلاحیت ہو۔ نہ عُجب ہو۔ نہ کبر ہو۔ نہ نخوت ہو۔ نہ تکبّر ہو۔ نہ نفسانی اغراض کا حصّہ ہو۔ نہ بخلق ہو۔ حتّٰی کہ دوزخ اور بہشت کی خواہش بھی نہ ہو صرف خدا کی محبت سے وہ عمل صادر ہو۔ جب تک دوسری کسی قسم کی غرض کو دخل ہے تب تک ٹھوکر کھائے گا اور اس کا نام شرک ہے کیونکہ وہ دوستی اور محبت کس کام کی جس کی بنیاد صرف ایک پیالہ چائے یا دوسری خالی محبوبات تک ہی ہے۔ ایسا انسان جس دن اس میں فرق آتا دیکھے گا اسی دن قطع تعلق کر دے گا۔ جو لوگ خدا سے اس لئے تعلق باندھتے ہیں کہ ہمیں مال ملے یا اولاد حاصل ہو یا ہم فلاں فلاں امور میں کامیاب ہو جاویں ان کے تعلقات عارضی ہوتے ہیں اور ایمان بھی خطرہ میں ہے جس دن ان کے اغراض کو کوئی صدمہ پہنچا اسی دن ایمان میں بھی فرق آ جاوے گا۔ اس لئے پکّا مؤمن وہ ہے جو کسی سہارے پر خدا کی عبادت نہیں کرتا۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 102)

پھر آپ علیہ السلام ایک پرندہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”ایک جانور آج کل کے موسم میں شام کے بعد مسجد مبارک کے شہ نشین احباب پر حملہ کیا کرتا ہے۔ اس کے متعلق فرمایا کہ کوئی ایسی تدبیر کی جاوے کہ ایک دفعہ یہ اس جگہ پکڑا جاوے پھر ہم اُسے چھوڑ ہی دیں گے مگر ایک دفعہ پکڑا جانے سے اتنا تو ضرور ہو گا کہ پھر وہ کبھی آئندہ اس جگہ اس طرح حملہ کرنے کا ارادہ نہ کرے گا۔ ہر جانور کا یہ قاعدہ ہے کہ اس کے اندر ایک خاصیّت ہے کہ جس جگہ سے اسے ایک دفعہ ٹھوکر لگتی ہے اور مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اس جگہ کا پھر وہ کبھی قصد نہیں کرتا مگر صرف انسان ہی ایک ہے جو باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے ان پرندوں وغیرہ سے بھی گرا ہوا ہے کہ جہاں سے اُسے مصائب پہنچتے ہیں اور ضرر اور نقصان اُٹھاتا ہے اس کی طرف بھاگنے کا حریص ہوتا ہے ہوشیار نہیں ہوتا اور

نہ ہی اس نافرمانی کو ترک کرتا ہے بلکہ جذباتِ نفس کا مطیع ہو کر پھر اسی کام کو کرنے لگتا ہے جس سے ایک بار ٹھوکر کھا چکا ہو“

(الحکم جلد 7 نمبر 14 صفحہ 7 مورخہ 17/اپریل 1903ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”مؤمن کو چاہیئے کہ بڑا بلند پرواز ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو کیونکہ ساری بلند پروازگیوں کی انتہاء اللہ کی رضا ہے۔ بلند پروازگی کے بالمقابل مؤمن کا ایک نزول بھی ہوتا ہے اور یہ نزول قرآن شریف میں شفقت علی خلق اللہ کہلاتا ہے۔ اس نزول میں بھی ایک بلند پروازگی ہوتی ہے اور مؤمن بڑا ہی مستقل مزاج ہوتا ہے۔“

(ارشادات نور جلد 1 صفحہ 143)

سامعین! حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ طَیْرٌ کی مختلف اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا طَیْرٌ کے متعلق قرآن کریم میں کوئی اشارہ پایا جاتا ہے یا نہیں؟ سو جب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ طَیْرٌ کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ یعنی زمین پر چلنے والے جانور اور دونوں پَروں سے اُڑنے والے پرندے سب تمہاری طرح کی جماعتیں ہیں۔ اب یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے پرندوں کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ کہ وہ پرندے جو اپنے دونوں پَروں کے ساتھ اُڑتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا پرندہ بھی ہوتا ہے جو پَروں سے نہیں اُڑتا۔ پھر اس سے بھی واضح آیت ہمیں ایک اَور ملتی ہے جس سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ واقعہ میں طَیْرٌ کسی اور چیز کا نام ہے۔ سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ یعنی کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وہ تمام ذَوِی العقول کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور ان ذوی العقول میں سے جو طَیْرٌ ہیں وہ صفیں باندھ باندھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور ان گروہوں میں سے ہر ایک کو نماز اور تسبیح کا طریق

معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ ان ذوی العقول کے تمام اعمال سے واقف ہے۔ یہاں تین دلیلیں اس بات کی موجود ہیں کہ طَیۡرٌ سے مراد پرندے نہیں۔ اوّل: یُسَبِّحُ لَہٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ میں سے اللہ تعالیٰ نے طَیۡرٌ کیوں نکال ڈالے اور ان کا الگ کیوں ذکر کیا؟ پھر مَن کا لفظ ہمیشہ ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ غیر ذوی العقول کے لئے نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے صرف طَیۡرٌ کو کیوں نکالا؟ جنّات اور دوسری مخلوق کا الگ ذکر کیوں نہیں کیا؟ کیا اس سے صاف طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ طَیۡرٌ کوئی الگ چیز ہے؟ پھر فرماتا ہے کُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسۡبِیۡحَہٗ ان میں سے ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے۔ اب سارے قرآن میں یہ کہیں ذکر نہیں کہ پرندے بھی نمازیں پڑھا کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ خالی تسبیح ہی نہیں کرتے بلکہ انہیں نماز کا بھی علم ہے اور وہ صفیں باندھ باندھ کر نمازیں پڑھتے ہیں۔ آخر میں فرمایا وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ اور یَفۡعَلُوۡنَ کا صیغہ پھر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ آخر تم نے کبھی ایسے طَیۡرٌ دیکھے ہیں جو صفیں باندھ باندھ کر نمازیں پڑھتے ہوں؟ ایسے طَیۡرٌ تو دنیا میں صرف مسلمان ہی ہیں اور کوئی نہیں۔ پس مَنۡ کا استعمال کُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسۡبِیۡحَہٗ کا استعمال اور وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ کا ذکر بتا رہا ہے کہ اس میں انسانوں کا ہی ذکر ہے خصوصاً ان مؤمنوں کا جو باجماعت نمازیں ادا کرتے ہیں۔

مؤمنوں کو طَیۡرٌ کیوں کہا گیا؟

اب سوال یہ ہے کہ اگر طَیۡرٌ سے مراد اس جگہ مؤمن ہی ہیں تو پھر انہیں طَیۡرٌ کیوں کہا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسانی اعمال کا جو نتیجہ ہو، اُسے عربی میں طائر کہتے ہیں اور اس کا ذکر قرآن کریم میں دوسری جگہ بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ اعراف میں فرماتا ہے۔ فَاِذَا جَآءَتۡہُمُ الۡحَسَنَۃُ قَالُوۡا لَنَا ہٰذِہٖ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡہُمۡ سَیِّئَۃٌ یَّطَّیَّرُوۡا بِمُوۡسٰی وَمَنۡ مَّعَہٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُہُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ یعنی جب اُن کو کوئی خوشی پہنچتی۔ ان پر خوشحالی کا دور آتا ہے تو کہتے ہیں یہ ہمارا حق ہے اور جب ان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو کہتے ہیں موسیٰ اور اُس کے ساتھیوں کی نحوست کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُہُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ سنو! اُن کا پرندہ یعنی اُن کے وہ اعمال جنہیں وہ بجالاتے ہیں خدا کے پاس موجود ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم پر موسیٰؑ اور اس کے ساتھیوں کی وجہ سے عذاب آیا اور خدا کہتا ہے کہ ان کا پرندہ ہمارے پاس موجود ہے۔

بظاہر اس کا آپس میں چونکہ کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا اس لئے لغت والے لکھتے ہیں کہ طائر کے ایک معنی انسانی اعمال کے بھی ہیں۔ چنانچہ امام راغب لکھتے ہیں۔ وَكُلَّ إِنْسَانٍ الزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِه کے معنی ہیں عَمَلَهُ الَّذِي طَارَ عَنْهُ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ یعنی اسی جگہ طائر سے مراد ہر اچھا یا بُرا عمل ہے جو انسان سے سرزد ہوتا اور پھر اُڑ کر نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ اقرب میں بھی طائر کے ایک معنی عَمَلُهُ الَّذِي قَلَّدَهُ طَارَ عَنْهُ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ کے لکھے ہیں یعنی انسانی عمل خواہ اچھا ہو یا بُرا۔ پھر فرماتا ہے قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ جب ثمود کے پاس حضرت صالح علیہ السلام آئے تو انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ تیرے اور تیرے ساتھیوں کے بُرے اعمال کی نحوست کی وجہ سے ہم تباہ ہوئے ہیں جیسے آج کل کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی نحوست کی وجہ سے ہی طاعون اور دوسری وبائیں آئیں۔ فرماتا ہے ان کے نبی نے ان کو جواب دیا کہ طَائِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تمہارا طائر تو اللہ کے پاس ہے بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم ایک ایسی قوم ہو جسے آزمائش میں ڈالا گیا ہے۔ پھر تین رسولوں کا سورۃ یٰس میں ذکر کر کے فرماتا ہے قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ. قَالُوا طَائِرُكُمْ مَّعَكُمْ أَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُونَ یعنی جب وہ مصلح اور رسول ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری وجہ سے بڑی تکلیفیں اُٹھا رہے ہیں اور تمہارا آنا ہم منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ انہوں نے کہا تمہارا پرندہ تو تمہارے ساتھ ہے یعنی تم جہاں بھی ہو گے تمہارے اعمال بد کا نتیجہ تم ہی کو تباہ کرے گا ہمیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور کیا تم یہ بات اس لئے کہتے ہو کہ ہم تمہیں اچھے کام یاد دلاتے ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ تم حد سے گزرنے والی قوم ہو اس لئے تم اپنے اعمال کی ضرور سزا پاؤ گے۔ اس جگہ بھی طائر کا لفظ استعمال ہوا ہے جو قوت عملیہ اور نتیجہ عمل کے معنوں میں ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس لفظ کے استعمال کی حقیقت کیا ہے اور اس کی انسان کے ساتھ نسبت کیا ہے؟ سو اس کے متعلق جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں سورۃ بنی اسرائیل میں ایک آیت نظر آتی ہے جو ہمیں اس مضمون کے بہت زیادہ قریب کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا۔

مَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا یعنی ہم نے ہر انسان کے ساتھ ایک پرندہ اُس کی گردن کے نیچے باندھا ہوا ہے اور ہم قیامت کے دن اُس کے اعمال نامہ کو اُس کے سامنے لائیں گے جسے وہ بالکل کُھلا ہوا پائے گا اور اُسے کہا جائے گا اسے پڑھ کر دیکھ لے اور اپنی نیکی بدی کا آپ حساب کرلے کیونکہ آج تیرا نفس ہی تیرا حساب لینے کے لئے کافی ہے اور یاد رکھو کہ جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنے لئے پاتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے اس کا نقصان بھی اُسی کو ہوتا ہے کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا اور ہم اُس وقت تک لوگوں کو عذاب نہیں دیتے جب تک کہ اُن کی طرف کوئی رسول مبعوث نہ کرلیں۔ یہاں قرآن نے طائر کے نہایت لطیف معنی کئے ہیں اور بتایا ہے کہ ہر انسان کی گردن کے نیچے اُس کا پرندہ بندھا ہوا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا مفہوم کیا ہے؟ سو جب ہمیں خدا تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ یہ پرندہ ہر انسان کی گردن کے نیچے ہے تو ہمیں یہ تو نظر آرہا ہے کہ کوئی پرندہ گردن کے نیچے نہیں ہوتا۔ پس صاف معلوم ہوا کہ اس پرندے سے مراد کوئی اور چیز ہے اور وہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ قوّت عمل یا نتیجہ عمل کا نام خدا تعالیٰ نے طائر رکھا ہے۔ پس جس قسم کے بھی انسان اعمال بجالاتا ہے اُن کی پرندے والی شکل بنتی چلی جاتی ہے۔ اگر تو انسان نیک اعمال بجالاتا ہے تو وہ انسان کو آسمان روحانیت کی طرف اُڑا کر لے جاتے ہیں جیسے ہوائی جہاز فضائے آسمانی میں اُڑا کر لے جاتا ہے اور اگر اعمال بُرے ہونگے تو لازماً پرندہ بھی کمزور ہوگا اور انسان بجائے اُوپر اُڑنے کے نیچے کی طرف گرے گا۔ اب قرآن کریم ایک طرف تو یہ مضمون بیان کرتا ہے کہ ہم نے ہر انسان کے ساتھ ایک طائر باندھ رکھا ہے اگر وہ اچھے عمل کرے گا تو وہ طائر اسے اُوپر اُڑا کر لے جائے گا اور اگر بُرے اعمال کرے گا تو وہ اُسے نیچے گرا دے گا اور دوسری طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی مضمون کو ان الفاظ میں ادا فرماتے ہیں کہ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ أَوْ یُنَصِّرَانِهٖ أَوْ یُمَجِّسَانِهٖ ہے کہ ہر انسان کو خدا تعالیٰ نے فطرتِ صحیحہ پر پیدا کیا ہے پھر ماں باپ اُسے یہودی یا مجوسی یا نصرانی بنا دیتے ہیں گویا انسان میں اُڑنے کی طاقت موجود ہے اور اُسے پرواز کے پَر عطا کئے گئے ہیں۔ یہی مضمون كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے اُس کا پرندہ بھی اُس کے ساتھ پیدا کر دیا جاتا ہے۔ پھر بعض ماں باپ تو اُس کا گلا گھونٹ دیتے ہیں اور بعض جو بچ جاتے ہیں اُن کے لئے

پرواز کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور عمل نیک کی وجہ سے اُن کا طائر یعنی فطرتی مادہ سعادت ترقی کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ فاطر میں فرماتا ہے۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یعنی سب تعریفیں اس اللہ کی ہیں جو آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والا ہے اور فرشتوں کو ایسی حالت میں رسول بنا کر بھیجنے والا ہے جب کہ کبھی تو اُن کے دو دو پَر ہوتے ہیں کبھی تین تین اور کبھی چار چار۔ پھر وہ انسانوں کی طرف آتا ہے اور فرماتا ہے۔ مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ الۡعِزَّۃَ فَلِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ جَمِیۡعًا ؕ اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُہٗ ؕ الذین یَمۡکُرُوۡنَ السَّیِّاٰتِ لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ؕ وَمَکۡرُ اُولٰٓئِکَ ھُوَ یَبُوۡرُ فرماتا ہے تمہیں یہ تو معلوم ہو گیا کہ مختلف فرشتوں کی ترقی کے لئے ہم نے کئی کئی پر بنائے ہوئے ہیں مگر اے انسانو! تمہیں یاد رکھنا چاہئے کہ تمہارے لئے بھی ترقی کے مواقع موجود ہیں بلکہ اگر تم چاہو تو فرشتوں سے بھی آگے بڑھ سکتے ہو۔ پس تم میں سے جو کوئی عزت حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے یاد رکھنا چاہئے کہ تمام عزّت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اُس کی طرف سچی اور پاکیزہ روحیں بلند ہوتی ہیں۔ اَلۡکَلِمُ الطَّیِّبُ یعنی خدا کا کلام جن کو میسّر ہو وہ ترقی کر جاتے ہیں مگر خالی کلام نہیں بلکہ اَلۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُہٗ اعمال صالحہ کا اُسے سہارا چاہئے۔ گویا اَلۡکَلِمُ الطَّیِّبُ ایک پرندہ ہے مگر وہ اکیلا نہیں اُڑ سکتا بلکہ اعمال صالحہ کی مدد سے صعود کرتا ہے۔ اسی طرح اُس کے دو پَر بن جاتے ہیں جن کی وجہ سے وہ آسمان روحانیت کی طرف پرواز کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ پرندے کی دو خاصیّتیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اونچا جاتا ہے یعنی فضا میں اُڑتا ہے دوسرے یہ کہ اُس کا آشیانہ ہمیشہ اونچا ہوتا ہے۔ جو پرندے آشیانوں میں رہتے ہیں وہ درختوں کی ٹہنیوں پر آشیانہ بناتے ہیں اور جو بغیر آشیانے کے رہتے ہیں وہ بھی درخت پر بسیرا کرتے ہیں نیچے نہیں بیٹھتے۔ اب یہی دو خاصیّتیں قرآن کریم میں مؤمنوں کے متعلق بیان کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا قِیۡلَ انۡشُزُوۡا فَانۡشُزُوۡا یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ ۙ وَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ اے مؤمنو! جب تمہیں کہا جائے کہ اٹھو! تو فوراً اُٹھ کھڑے ہوا کرو اور نبی یا اُس کے خلیفہ کی آواز پر دوڑ پڑا کرو کیونکہ یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ ۙ وَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو تم میں سے مؤمن ہیں اور علم حقیقی رکھنے والے ہیں اونچا کر دے

گا اور انہیں درجات میں بڑھا دے گا۔ گویا اوپر اڑنے کی خاصیت کا مؤمنوں کے تعلق میں ذکر آ گیا۔ دوسری خاصیت یہ تھی کہ پرندہ ہمیشہ اپنا آشیانہ اونچا بناتا ہے اس کا بھی مؤمنوں میں پایا جانا قرآن کریم سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَیُذۡکَرَ فِیۡھَا اسۡمُہٗ ۙ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡھَا بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡھِیۡھِمۡ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیۡتَآءِ الزَّکٰوۃِ یہ نور کچھ گھروں میں ہے جن کے متعلق ہمارا حکم ہے کہ انہیں اونچا کر دیا جائے۔ ان گھروں میں خدا کا نام لیا جاتا ہے اور صبح و شام اس کی تسبیح کی جاتی ہے مگر فرماتا ہے رِجال ہماری مراد گھروں سے نہیں بلکہ آدمیوں کو اونچا کرنے سے ہے ایسے آدمیوں کو جن کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز کے قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے نہ تجارت غافل کرتی ہے اور نہ بیع۔ گویا پرندے کی جو دو خاصیّتیں تھیں ان دونوں کا مؤمنوں کے اندر پایا جانا بھی بیان کر دیا گیا اور بتا دیا گیا کہ عملِ صالح مؤمن کو اڑا کر اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے۔ حدیثوں میں بھی آتا ہے کہ جب کوئی مؤمن مرتا ہے تو اُس کی روح کو فرشتے آسمانوں کی طرف لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دروازے کھول دو ایک مؤمن کی روح آتی ہے مگر جب کافر مرتا ہے تو اُس کی روح اُٹھائی نہیں جاتی بلکہ نیچے پھینکی جاتی ہے۔ غرض طَیۡرٌ سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی روحیں ہیں جو دین کے لئے ہر قسم کی بلندیوں پر چڑھنے کے لئے تیار رہتی ہیں وہ مشکلات کی پرواہ نہیں کرتیں اور نہ مصائب سے گھبراتی ہیں بلکہ ہر قسم کی قربانیوں کے لئے آمادہ اور تیار رہتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے جنگ بدر کے موقع پر کہا۔ یارسول اللہ! آپ حکم دیجیے ہم اپنے گھوڑے سمندر میں ڈالنے کے لئے تیار ہیں اور ذرا بھی ہمارے اندر ہچکچاہٹ پیدا نہیں ہوگی کہ حضور نے یہ حکم کیوں دیا؟ گویا مؤمن کو پرندہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اُن قابلیتوں کا ذکر کیا ہے جو مؤمنوں میں پائی جاتی ہے اور بتایا ہے کہ وہ سِفلی زندگی کی بجائے علوی زندگی اختیار کرتے اور نیچے جھکنے کی بجائے اُوپر کی طرف پرواز کرتے ہیں۔"

(فضائل القرآن صفحہ 406-412)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"جن لوگوں کے اندر نفاق ہوتا ہے ان کے دل کے اندر ایک چھوٹی سی رگ ہوتی ہے جو دھڑکتی رہتی اور موٹی ہوتی رہتی ہے۔ وہ اس کے کان میں کہتی رہتی ہے کہ تو بڑا آدمی ہے تُو نے بہت قربانیاں کی ہیں مگر

تیری قدر نہیں کی جاتی۔ مگر مؤمن کے اندر ایک رگ ہوتی ہے۔ جو اُسے کہتی رہتی ہے کہ دیکھ تُو کتنا ذلیل تھا، کمزور تھا، بے سروسامان تھا مگر اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل ہے کہ اُس نے تجھے بھی خدمت کا موقع دے دیا اور جب لوگ اُسے آگے کرتے ہیں تو وہ شرمندہ ہو کر جُھک جاتا اور کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے ہی کیا جو کچھ کیا یہ میرا کام نہیں ہے۔ پھر لوگ مجھے کیوں آگے کرتے ہیں، مَیں نے تو کوئی کام نہیں کیا۔ پس مؤمن اور منافق میں نمایاں فرق یہی ہوتا ہے ورنہ منافق کے سر پر سینگ نہیں ہوتے۔ منافق اگر کوئی کام کرتا ہے تو اُسے خیال ہوتا ہے کہ میری قدر ہونی چاہیے مگر مؤمن کوئی کام کرے تو اس کی ندامت بڑھتی اور شرمندگی ترقی کرتی ہے۔ وہ جُوں جُوں اُونچا ہوتا ہے خدا کا جلال اسے زیادہ نظر آتا ہے مگر منافق اپنے آپ کو بڑا اور خدا کا جلال کو چھوٹا سمجھتا ہے۔ منافق اور مؤمن کی مثال یوں سمجھ لو کہ دو شخص ہوائی جہاز میں بیٹھے ہیں۔ مؤمن اونچا ہوتا جاتا ہے اور اسے سورج بڑا اور زمین چھوٹی نظر آتی ہے مگر منافق نیچا ہوتا جاتا اور اسے سورج چھوٹا اور زمین بڑی نظر آتی ہے۔ بس یہی فرق دونوں میں ہوتا ہے۔ ورنہ نمازیں منافق بھی پڑھتا ہے اور مؤمن بھی۔ روزے دونوں رکھتے ہیں، حج دونوں کرتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت دونوں کرتے ہیں، صدقہ و خیرات بھی دونوں کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ منافق کے اندر بڑائی اور کبر ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے مَیں ہی بڑا ہوں، وہ اپنی عزت چاہتا ہے۔ لیکن مؤمن خدا کی عزت چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی منافق کی نظروں میں ہی اس کے نفس کو بڑا اور مؤمن کی نگاہ میں اس کے نفس کو چھوٹا کر کے دکھاتا ہے۔ خدا تعالیٰ پر کامل ایمان روشنی ہے اور نفس ایک سیاہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دل پر ایک سیاہ داغ ہوتا ہے جو شخص نیک کام کرے اُس کی سیاہی گھٹتی اور سفیدی بڑھتی جاتی ہے حتّٰی کہ سارا دل اُس کا سفید ہو جاتا ہے۔ لیکن جو ریاء سے کام لیتا ہے اور کبر پسند ہوتا ہے، اُس کے دل کی سفیدی کم ہوتی اور سیاہی بڑھتی جاتی ہے حتّٰی کہ اس کا تمام دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ تم جو منافق نہیں ہو یہ مت سمجھو کہ تم نِفاق کے خطرہ سے محفوظ ہو۔ مسلمانوں پر زوال اِسی وجہ سے آیا کہ ان میں کروڑوں منافق بن گئے۔ وہ اسلام کا دعویٰ تو بے شک کرتے تھے مگر حقیقی محبت اسلام باقی نہیں رہی تھی۔ وہ اپنے نفسوں کو مقدّم کرنے لگے اور اُن کے دلوں میں عُجب اور کبر آ گیا۔ ایسے لوگ اپنے آپ کو خواہ کتنا بڑا کیوں نہ سمجھیں اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں"

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 119-120)

پھر حضرت خلیفۃُ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ایک اَور موقع پر فرماتے ہیں۔

”عربی کی ایک مثل ہے۔ کَمَا تَدِینُ تُدَانُ کہ جس طرح تم کسی سے معاملہ کروگے تمہارے ساتھ بھی اسی طرح کیا جائے گا۔ یہ مثل در حقیقت بہت سی روحانی باتوں پر مشتمل ہے اور ایسے منہ سے نکلی ہوئی ہے جس کے پیچھے ایک سوچنے والا دماغ اور ایک غور کرنے والی طبیعت تھی۔ تمام قانون قدرت میں ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کے اعمال عجیب پیرایہ میں اس کے گرد چکر لگاتے پھرتے ہیں۔ وہ بظاہر اس کے ساتھ وابستہ بھی نہیں ہوتے مگر اس سے جدا بھی نہیں ہوتے۔ ان کی مثال پرندہ کی اور سدھے ہوئے پرندہ کی طرح ہوتی ہے۔ جس طرح سدھا پرندہ انسان سے جدا ہوتا ہے اور بظاہر جدا نظر آتا ہے لیکن آقا کی آواز پر پھر اس کے پاس آجاتا ہے اسی طرح انسان کے اعمال کی حالت ہوتی ہے۔ لوگ باز اور شکرے پالتے ہیں اور ان کو شکار کے پیچھے چھوڑتے ہیں پھر انہیں آواز دیتے ہیں تو وہ ان کے پاس آجاتے ہیں۔ کبوتروں کو لوگ پالتے ہیں کبوتر اڑ کر دور نکل جاتے ہیں پھر جب آقا آواز دیتا ہے تو اس کے پاس آجاتے ہیں۔ پس جس طرح پرندہ ایک قسم کی وحشت بھی رکھتا ہے اور باوجود اس کے انسان کے ساتھ ایک قسم کا اتحاد بھی رکھتا ہے بعینہٖ اسی طرح انسان کے اعمال کی حالت ہے۔ حیوانوں کو بھی لوگ پالتے ہیں۔ بلّی کتّے اور دوسرے چوپاؤں میں یہ مادّہ ہے کہ ان کی وحشت بڑی حد تک دور ہو جاتی ہے۔ ایک شخص کتّا پالتا ہے۔ کتّا بھی اس سے جدا ہوتا ہے مگر وہ جدا ہونا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے بیٹا باپ سے جدا ہوتا ہے لیکن پرندوں میں وحشت باقی رہتی ہے وہ کبھی چوپاؤں کی طرح ہل نہیں سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں اور قرآن میں اس محاورہ کو استعمال کیا گیا ہے اور **انسان کے اعمال کو طائر کہا گیا ہے۔** بعض نے اس کی یہ وجہ سمجھی کہ جو عمل انسان کرتا ہے وہ اڑ جاتا ہے اس لئے انسانی اعمال کو طائر کہا گیا ہے مگر میرے نزدیک یہ غلط ہے۔ اگر انسان جو عمل کرے وہ اڑ جائے تو اس میں اس کا کیا حرج ہے۔ اس طرح تو وہ فائدہ میں رہے گا کہ کسی بات کے متعلق اس سے باز پرس نہ ہوگی۔ میرے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کے اعمال میں بھی ایک قسم کی وحشت پائی جاتی ہے۔ عمل اڑتا ہے مگر آواز پر پھر آجاتا ہے۔ ایک انسان جب اپنے گزشتہ اعمال سے توبہ کرتا ہے اپنی بداعمالیوں پر اظہار ندامت کرتا ہے آئندہ کے لئے ان سے بچنے کا عہد کرتا ہے تو وہ اعمال اس سے جدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن دو، چار، دس، بیس سال تک توبہ پر وہ قائم رہتا ہے اور پھر اس پر

ابتلاء آجاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہ نافرمانی آواز ہوتی ہے جس پر اس کے وہ پہلے اعمال پھر اس کے پاس آجاتے اور اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں۔ یہی نہیں کہ توبہ توڑنے کے بعد جو اعمال کرے گا وہ اس کے نام لکھے جائیں گے بلکہ توبہ کرتے وقت جو اعمال اس نے کئے تھے وہ بھی لکھے جائیں گے۔ مثلاً ایک شخص بیس سال کی عمر تک مسلمان ہوتا ہے اور پچاس سال کی عمر تک مسلمان رہتا ہے اس کے بعد کافر ہو جاتا ہے تو اس کے نام وہ اعمال بھی لکھے جائیں گے جو اس نے مسلمان ہونے سے پہلے کئے تھے کیونکہ جب اس نے اپنے کفر سے اعمال کو بلایا تو وہ فوراً اس کے پاس جمع ہو جاتے ہیں یہی حال اعمال کا ہوتا ہے۔ ایک شخص چالیس پچاس سال مؤمن رہتا ہے پھر اسے ٹھوکر لگتی ہے اور کافر ہو جاتا ہے تو یہی نہیں کہ اس کے مؤمن ہونے کی حالت کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اگر وہ اپنی زندگی کے آخری سال کافر ہو جاتا ہے تو وہ کافر ہی سمجھا جائے گا اسی طرح اگر کوئی ساری عمر کافر رہتا ہے۔ لیکن زندگی کے آخری سال میں مسلمان ہو جاتا ہے تو وہ مؤمن سمجھا جائے گا۔ غرض اعمال خواہ بد ہوں یا نیک ان کی مثال سدھے ہوئے پرندہ کی سی ہوتی ہے جو اڑ کر دور چلا جاتا ہے مگر پھر آواز دینے پر پاس آجاتا ہے اسی طرح اعمال خواہ بد ہوں یا نیک انسان کے تغیّر کے ساتھ اڑ جاتے ہیں اور تغیّر کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں۔ اگر کفر کے پرندے ہوں تو جب کوئی شخص کفر کی آواز اٹھاتا ہے وہ اس کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور اگر ایمان کے پرندے ہوں تو جب ایمان کی آواز اٹھاتا ہے اس کے پاس آجاتے ہیں۔ پس اعمالِ انسانی انسان کے گرد چکر لگاتے رہتے ہیں اور عجیب عجیب اثرات ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی مثال جنّات کی سمجھو، پرندہ بھی جنّات میں سے ہے۔ کیونکہ چھوٹا ہوتا ہے اور اڑتے ہوئے جب دور چلا جائے تو نظر نہیں آتا جن کے اثرات غیر معلوم طور پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ ماں باپ جھوٹ بولتے ہیں آگے ان کی اولاد جھوٹ بولنے لگ جاتی ہے۔ لوگ اپنی اولاد کو جھوٹ سکھاتے نہیں بلکہ جھوٹ بولنے سے روکتے ہیں مگر باوجود اس کے بچے جھوٹ بولنا سیکھ لیتے ہیں کیونکہ انسانوں کو ان کے اعمال چاروں طرف سے گھیرے ہوتے ہیں اور ان کے اثرات ان کے بچوں پر بھی پڑتے ہیں۔ جو ماں باپ چوری کرتے ہیں ان کے بچوں میں بھی چوری کرنے کی عادت پائی جاتی ہے وہ ماں باپ جو گالی گلوچ کرتے ہیں ان کے بچے بھی گالیاں دینے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ایک گندی گالیاں دینے والا کہتا ہے مَیں نے فلاں کی خوب خبر لی حالانکہ جسے گالیاں دیتا ہے

اسے پتہ بھی نہیں ہوتا کہ کیا کہا گیا اور اگر سامنے ہوتا ہے تو بھی اس کا کیا بگڑ جاتا ہے۔ مگر گالیاں دینے والا اپنے آپ کو ذبح کر لیتا ہے کیونکہ اس کی اولاد میں بدزبانی کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔"

(خطبات محمود جلد 11 صفحہ 380-382)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"ہماری موجودہ مثال اُن کمزور پرندوں کی سی ہے جو دریا کے کسی خشک حصّہ میں ستانے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں اور شکاری جو اُن کی تاک میں لگا ہوا ہوتا ہے اُن پر فائر کر دیتا ہے اور وہ پرندے وہاں سے اُڑ کر ایک دوسری جگہ پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ہم بھی آرام سے اور اطمینان سے دنیا کی چالاکیوں اور ہوشیاریوں اور فریبوں سے بالکل غافل ہو کر (کیونکہ مؤمن چونکہ خود چالاک اور فریبی نہیں ہوتا وہ دوسروں کی چالاکیوں اور فریبوں کا بھی اندازہ نہیں لگا سکتا) اپنے آرام گاہ میں اطمینان اور آرام سے بیٹھے تھے اور ارادہ کر رہے تھے کہ ہم میں سے کوئی اُڑ کر امریکہ جائے گا، کوئی انگلستان جائے گا، کوئی جاپان جائے گا اور دینِ اسلام کی اشاعت ان جگہوں میں کرے گا لیکن چالاک شکاری اس تاک میں تھا کہ وہ ان غافل اور سادہ لوح پرندوں پر فائر کرے چنانچہ اُس نے فائر کیا اور چاہا کہ وہ ہمیں منتشر کر دے مگر ہماری جماعت **جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں پرندہ ہی قرار دیا گیا ہے اپنے اندر ایک اجتماعی روح رکھتی تھی۔ پرندے دو قسم کے ہوا کرتے ہیں ایک پرندے وہ ہوتے ہیں** جو اجتماعی روح اپنے اندر نہیں رکھتے اور ایک پرندے وہ ہوتے ہیں جو اجتماعی روح اپنے اندر رکھتے ہیں۔ کبھی کبھی تمہیں چند فاختائیں بھی اکٹھی بیٹھی ہوئی نظر آ جائیں گی، کبھی کبھی تمہیں چند چڑیاں بھی اکٹھی بیٹھی ہوئی نظر آ جائیں گی مگر جب تم اُن پر فائر کرو گے تو ان میں سے کوئی مشرق کی طرف بھاگ جائے گی، کوئی مغرب کی طرف بھاگ جائے گی، کوئی شمال کی طرف بھاگ جائے گی، کوئی جنوب کی طرف بھاگ جائے گی اور کوئی ان کے درمیانی کونوں کی طرف بھاگ جائے گی اور اس فائر کے بعد صاف پتہ لگ جائے گا کہ ان کا اتحاد عارضی تھا، اُن کا اکٹھا ہونا ایک اتفاقی امر تھا مگر جب تم مثلاً مرغابی پر فائر کرتے ہو یا مثلاً قاز پر فائر کرتے ہو تو اس

وقت ان کے اُٹھتے وقت تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ بھی پراگندہ ہونے لگے ہیں مگر تھوڑی سی پرواز کے بعد تھوڑے سے انتشار اور پراگندگی کے بعد تم دیکھو گے کہ وہ پھر دائیں اور بائیں سے اکٹھے ہو کر دوبارہ ایک جگہ پر آ کر بیٹھ جائیں گے۔ مشرقی پنجاب سے بہت سی قومیں، بہت سے گاؤں نکلے، بہت سے شہر نکلے، بہت سے علاقے نکلے لیکن اُنہوں نے اپنے فعل سے ثابت کر دیا کہ وہ قومی روح اپنے اندر نہیں رکھتے تھے، وہ پراگندہ ہو گئے، وہ پھیل گئے، وہ منتشر ہو گئے یہاں تک کہ بعض جگہ پر بھائی کو بھائی کا، باپ کو بیٹے کا اور ماں کو اپنی لڑکی کا بھی حال معلوم نہیں۔ صرف وہ چھوٹی سی قوم، وہ تھوڑے سے افراد جو دشمن کے تیروں کا ہمیشہ سے نشانہ بنتے چلے آئے ہیں اور جن کے متعلق کہنے والے کہتے تھے کہ دشمن کے حملہ کا ایک ریلا آنے دو پھر دیکھو گے کہ ان کا کیا حشر ہوتا ہے جونہی حملہ ہوا یہ لوگ متفرق ہو جائیں گے، منتشر اور پراگندہ ہو جائیں گے۔ وہی ہیں جو آج ایک مرکز پر جمع ہیں۔ وہ کثیر التعداد آدمی جو وہاں سے نکلے تھے وہ پھیل گئے، وہ بکھر گئے، وہ پراگندہ ہو گئے مگر وہ چھوٹی سی جماعت جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ ایک معمولی سا ریلا بھی آیا تو یہ ہمیشہ کے لئے منتشر ہو جائے گی وہ مرغابیوں کی طرح اٹھی تھوڑی دیر کے لئے اِدھر اُدھر اُڑی مگر پھر جمع ہوئی اور ربوہ میں آ کر بیٹھ گئی۔ چنانچہ جو نظارہ آج تم دیکھ رہے ہو یہ خواہ اتنا شاندار نہیں جتنا قادیان میں ہوا کرتا تھا کیونکہ ابھی ہماری پریشانی کا زمانہ ختم نہیں ہوا لیکن اور کونسی قوم ہے جس کی حالت تمہارے جیسی ہے اور کونسی جماعت ہے جو آج اس طرح پھر جمع ہو کر ایک مقام پر بیٹھ گئی ہے۔ یقیناً اور کوئی قوم ایسی نہیں۔ پس تمہارے اس فعل نے بتا دیا کہ تمہارے اندر ایک حد تک قومی روح ضرور سرایت کر چکی ہے۔ تم اُڑے بھی، تم پراگندہ بھی ہوئے، تم منتشر بھی ہوئے مگر پھر جو تمہاری جبلّت ہے، جو تمہاری طینت ہے، جو چیز تمہاری فطرت بن چکی ہے کہ تم ایک قوم بن کر رہتے ہو اور ایک آواز پر اکٹھے ہو جاتے ہو یہ فطرت تمہاری ظاہر ہو گئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کوئی طاقت تمہیں ہمیشہ کے لئے پراگندہ نہیں کر سکتی۔ بے شک ابھی یہ ایک بیج ہے جو دکھائی دے رہا ہے مگر یہ بیج بڑی برکت کی نشانی ہے،

بڑی رحمت کی نشانی ہے اور آئندہ کے لئے بڑی امیدیں دلانے والی چیز ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ امر بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ یہ چیز اچھی بھی ہے، بہتر بھی ہے بلکہ ہمارے لئے فخر کا موجب بھی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ہماری پیدا کردہ نہیں بلکہ ہمارے خدا ہی کی پیدا کردہ ہے اور ہم اس خوبی میں جو ہمارے اندر لوگوں کو نظر آتی ہے اپنے خدا ہی کا ہاتھ دیکھتے ہیں۔"

(انوار العلوم جلد 21 صفحہ 337-339)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: تمثیل احمد)

﴿3﴾ ﴿مشاہدات۔1257﴾

"مَنْطِقُ الطَّیْرِ"

(تقریر نمبر3)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى۔ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ۔ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ۔ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا۔ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (البقرۃ:261)

کہ اور کیا تُو نے اس پر بھی غور کیا جب ابراہیمؑ نے کہا کہ اے میرے ربّ! مجھے دکھلا کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ اس نے کہا کیا تو ایمان نہیں لا چکا؟ اس نے کہا کیوں نہیں؟ مگر اس لئے پوچھا ہے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے، اس نے کہا تو چار پرندے پکڑ لے اور انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لے۔ پھر ان میں سے ایک ایک کو پہاڑ پر چھوڑ دے پھر انہیں بلا۔ وہ جلدی کرتے ہوئے تیری طرف چلے آئیں گے اور جان لے کہ اللہ غلبہ والا اور بہت حکمت والا ہے۔

کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

(درثمین)

معزّز سامعین! "مَنْطِقُ الطَّیْرِ" پر میری یہ تیسری تقریر ہے جو خلفائے احمدیت کے ارشادات پر مشتمل ہے۔

حضرت خلیفۃُ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”غرض ہر رنگ میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔ میں تمہیں ایک طرف تو یہ کہتا ہوں کہ جاؤ نکل کر تمام دنیا میں پھیل جاؤ اور دوسری طرف یہ کہتا ہوں کہ جب تمہیں مرکز سلسلہ سے آواز آئے کہ آجاؤ تو لبیک کہتے ہوئے جمع ہو جاؤ۔ یہ آنا جسمانی طور پر بھی ہو سکتا ہے اور روحانی اخلاقی اور مالی طور پر بھی۔ اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ میں فرماتا ہے۔ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیۡ كَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ ؕ قَالَ فَخُذۡ اَرۡبَعَةً مِّنَ الطَّیۡرِ فَصُرۡهُنَّ اِلَیۡكَ ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنۡهُنَّ جُزۡءًا ثُمَّ ادۡعُهُنَّ یَاۡتِیۡنَكَ سَعۡیًا ؕ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے کہا کہ آپ کے حکم سے میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اب بتایئے میری جماعت کس طرح غالب آئے گی۔ چنانچہ انہوں نے کہا۔ رَبِّ اَرِنِیۡ كَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی۔ اے میرے رب! ہم تو دنیا کے مقابلہ میں مردہ ہیں۔ بتایئے آپ کس طرح اِن مُردوں کو زندہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اولَمۡ تُؤۡمِنۡ۔ کیا تمہیں زندہ کرنے پر ایمان نہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ایمان ہے اور آپ کا وعدہ ہے مگر لِیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِی میں یہ چاہتا ہوں کہ اس وعدہ کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھوں کیونکہ اطمینان اُسی وقت حاصل ہوتا ہے جب چیز مل جائے۔ ایمان کے معنی چیز کے ملنے پر یقین ہوتا ہے اور اطمینان چیز کے ملنے پر حاصل ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا فَخُذۡ اَرۡبَعَةً مِّنَ الطَّیۡرِ چار پرندے لو۔ فَصُرۡهُنَّ اِلَیۡكَ اور انہیں اپنے ساتھ سِدھالو ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنۡهُنَّ جُزۡءًا۔ پھر انہیں چار پہاڑوں پر رکھ دو ثُمَّ ادۡعُهُنَّ یَاۡتِیۡنَكَ سَعۡیًا۔ پھر انہیں بلاؤ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ اس طرح یہ بتایا کہ اپنی جماعت میں اخلاص اور تقویٰ پیدا کرو اور انہیں کہو کہ دنیا میں چاروں طرف نکل جائیں مگر یہ سمجھا دو کہ جب تمہیں آواز آئے تو جمع ہو جاؤ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی یہ الہام ہوا ہے۔ پس اس مضمون نے آپ کی جماعت کے بارہ میں بھی پورا ہونا ہے۔ مومن کو کلام الٰہی میں پرندہ کہا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کا نام چونکہ ابراہیم رکھا گیا ہے اس لئے آپ سب لوگ ان کے پرندے ہوئے۔ پس اے ابراہیم ثانی کے پرندو! اگر احیاء چاہتے ہو تو دنیا میں پھیل جاؤ مگر اس طرح نہیں کہ اپنے اصل گھر کو بھول جاؤ۔ تمہارا اصل گھر قادیان ہی ہے خواہ تم

کہیں رہتے ہو اسے یاد رکھو۔ جب تمہیں ابراہیمی آواز آئے قادیان سے خدا کا نمائندہ میں یا کوئی اور جب کہے کہ اے احمدیو! خدا کے دین کو تمہاری اس وقت ضرورت ہے تم جہاں جہاں ہو مرکز میں حاضر ہو جاؤ۔ اگر مال کی ضرورت ہو تو مال حاضر کرو اگر جان کی ضرورت ہو تو جان پیش کر دو اور چاروں طرف سے وہی نظارہ نظر آئے جو حج کے موقع پر ہر طرف سے لبیک اللّٰھم لبیک کہنے والوں کا نظر آتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا کہ تمہاری نسل چاروں طرف پھیل جائے گی اور جب تم ان کو بلاؤ گے تو دوڑے آئیں گے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق ہونا چاہئے کہ چاروں طرف سے لبیک کہنے والے دوڑے آئیں۔ اس نظارہ ہی کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس شعر میں اشارہ فرماتے ہیں کہ

زمینِ قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارضِ حرم ہے

واپس جاؤ اور دنیا میں پھیل جاؤ کہ کامیابی کا ذریعہ یہی ہے اور جب آواز پہنچے تو یوں جمع ہو جاؤ جس طرح پرندے اڑ کر جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر خواہ کتنی بڑی کوئی فرعونی طاقت تمہارے مٹانے کیلئے کھڑی ہو جائے اُسے معلوم ہو جائے گا کہ احمدیت کو مٹانا آسان نہیں ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کی میں آپ لوگوں سے امید کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ وہ لوگ ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے حقیقی ایمان پیدا کیا اور جو مقدس گھر کے گرد گھومنے والے پرندے ہیں۔ میں نے خدا تعالیٰ کی باتیں آپ کو پہنچا دیں، جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا اور جو کچھ بتانا تھا بتا دیا اب یہ تمہارا کام ہے کہ لبیك اللھم لبیك کہتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ۔“

(انوار العلوم جلد 13 صفحہ 410-412)

حضرت خلیفۃُ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ابراہیمی سنت پر چلو کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

”حضرت ابراہیم کی سنت کو یاد رکھو۔ جب خدا تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ میں مُردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ ادھر بادشاہ سے اس مضمون پر مقابلہ بھی کرا دیا اور زندہ کرنے کی مثال بھی دے دی جب انہیں خدا سے مکالمہ نصیب ہوا تو چونکہ دُور اندیش اور عقلمند انسان تھے سب کچھ سن کر کہا۔ یہ تو سب ٹھیک ہے لیکن مجھے کس

طرح اطمینان ہو؟ گویا مطلب یہ کہ مجھے زندہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا تمہیں زندہ کریں گے اور مثال کے ذریعہ بجھایا کہ تمہاری قوم چار دفعہ اُٹھے گی۔ ایک دفعہ حضرت موسیٰؑ کے ذریعے دوسری دفعہ حضرت مسیحؑ کے ذریعے تیسری دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اور چوتھی دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے۔ یہ ان کا کمال تھا کہ موقع تاڑ کر خدا تعالیٰ سے اپنی قوم کے لئے یہ وعدہ لے لیا۔ جونہی انہوں نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اس طرح قوموں کو زندہ کرتے ہیں اور جاؤ جا کر بادشاہ سے اس کے متعلق بحث کرو۔ تو وہ بحث کرنے چلے گئے اور آ کر کہا بحث تو میں کر آیا ہوں مگر مجھے اس سے کیا فائدہ؟ مجھے تو میری قوم کے زندہ کرنے کا وعدہ دیں تب بات ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ اچھا تہاری قوم کو بھی زندہ کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے حضرت موسیٰؑ ہوئے جن کے ذریعہ ان کی قوم زندہ ہوئی۔ پھر حضرت عیسیٰؑ ہوئے ان کے ذریعہ قوم زندہ ہوئی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے انہوں نے قوم زندہ کی اور پھر حضرت مسیح موعودؑ ہوئے ان کے ذریعہ قوم زندہ کی گئی۔ یہ چار دفعہ ان کی قوم سے زندہ پرندے اڑے اور اُڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف گئے۔ تو حضرت مسیح موعود کے ذریعہ زندہ پرندے پیدا ہوئے۔ جو تقویٰ اور طہارت کے پروں سے اڑ کر خدا تعالیٰ تک پہنچنے والے ہیں۔ مگر دوسروں کے فائدہ سے تمہیں کیا۔ بے شک مومن کا دل چاہتا ہے کہ دوسرے بھی فائدہ اُٹھائیں۔ مگر اس کا دل یہ بھی تو چاہتا ہے کہ وہ خود بھی فائدہ اُٹھائیں۔ بیشک ہماری جماعت میں بعض لوگ متقی اور پرہیز گار ہیں مگر ان کی وجہ سے تمہیں کسی طرح تسلی ہو سکتی ہے؟ اگر تم متقی اور پرہیز گار نہیں ہو؟ دیکھو حضرت ابراہیمؑ کو باوجود نبوت کے تسلی نہ تھی اور وہ چاہتے تھے کہ جو کچھ ملے لے لیں۔ اور موقع پا کر انہوں نے جو کچھ مل سکتا تھا لے بھی لیا۔ مگر تم اگر متقی بھی نہیں ہو تو تمہیں کیونکر تسلی ہو جاتی ہے؟ اور تم کیوں آئندہ کے لئے کوئی کوشش نہیں کرتے؟ پس تم ابراہیمی سنت پر چلو اور کبھی تسلی نہ پاؤ بلکہ خدا تعالیٰ سے مانگتے ہی رہو اور اس وقت تک لیتے ہی رہو جب تک کہ تمہیں ملتا رہے پس تم وہ رستے تلاش کرو کہ اوپر ہی اوپر اڑتے رہو۔ خدا تعالیٰ نے تمہارا نام پرندہ رکھا ہے پھر تم پرندے ہو کر غاروں میں کیوں گھسو؟ حضرت ابراہیمؑ کو خدا تعالیٰ نے یہ نہیں کہا تھا کہ اُلو پالو بلکہ یہ کہا تھا کہ پاک اور روشنی کو پسند کرنے والے پرندے پالو۔ اور انہوں نے ایسے ہی پرندوں کو پالا تھا پھر تم کیوں اندھیرے کو پسند کرو؟ پس تم اپنی حالتوں پر مطمئن نہ

ہو جاؤ بلکہ کوشش کرو کہ خدا تعالیٰ ہر روز تمہاری حالت کو اور بلند کرے۔ قرآن کریم نے اس ترقی کے لئے دو رستے بتائے ہیں۔

مؤمن کے دو کام

قرآن نے مؤمن کا یہی کام مقرر نہیں فرمایا کہ وہ آپ اڑے بلکہ یہ کام مقرر کیا ہے کہ وہ آپ بھی اڑے اور دوسروں کو بھی اڑائے۔ قرآن نے تمہیں چڑیا اور طوطے کی طرح نہیں بنایا بلکہ ایروپلین بنایا ہے تاکہ آپ بھی اڑو اور دوسروں کو بھی اڑاؤ۔ تمام قرآن کریم سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ غرض قرآن نے مؤمن کے دو کام بتائے ہیں کہ وہ خود بھی پرندہ بن جائے یعنی خود متقی اور پرہیزگار بن جائے اور دوسروں کو بھی بنائے۔ لوگوں کو کھینچ کر اوپر لے آئے اور خدا سے ملائے اور یہ لازمی نتیجہ ہے پہلی بات کا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ پر وہی عاشق ہو گا جسے یقین ہو گا کہ خدا تعالیٰ میں تمام خوبیاں ہیں اور ہم دیکھتے ہیں یہ قدرتی بات ہے کہ جن کو کسی چیز میں خوبیاں معلوم ہوتی ہیں وہ دوسروں کو وہ خوبیاں دکھاتے ہیں، کوئی تو بدنیتی سے کہ ان کو دوسروں پر فخر حاصل ہو۔ اور کوئی نیک نیتی سے کہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے۔ دیکھو قرآن کریم ادھر تو یہ کہتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِكُمۡ بِالۡمَنِّ وَالۡاَذٰی ۙ كَالَّذِیۡ یُنۡفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ (البقرۃ:265) ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو ریاء کے طور پر مال خرچ کرتے ہیں۔ مگر ادھر کہتا ہے وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ (والضّحٰی:13) کہ لوگوں کو بتا بتا کر خدا کی نعمتوں سے آگاہ کرو۔ یہ ریاء نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ لوگ بھی ان کو دیکھ کر ان کے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ غرض ہر قسم کا اظہار ریاء نہیں ہوتا بعض حالات میں ایک بات کا اظہار ریاء ہو جاتا ہے مگر دوسرے حالات میں اس امر کا اظہار ریاء نہیں ہوتا مثلاً اگر ایک شخص اچھے اچھے کپڑے اس لئے پہن کر لوگوں میں جاتا ہے کہ وہ اسے بڑا مالدار سمجھیں تو یہ ریا ہے لیکن اگر وہی شخص عید کے دن یا جمعہ کے دن عمدہ باس پہن کر نکلے تا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل ہو۔ یا مثلاً اگر کہیں بخار پھیلا ہو اور کسی کے پاس کونین ہو اور وہ لوگوں کو بتائے کہ میرے پاس کونین ہے تو یہ ریاء نہیں ہو گا۔ اور کوئی نہیں کہے گا کہ یہ اپنی عقلمندی جتا رہا ہے کہ میں نے پہلے سے ہی کونین رکھی ہوئی تھی۔ کیونکہ اس کا اس امر کو ظاہر کرنا ضروری ہو گا تاکہ لوگوں کو

ریاء فائدہ پہنچے۔ تو مؤمن کا فرض اپنا ہی کام کرنا نہیں بلکہ دوسروں کا بھی کرنا ہے۔ اب میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے ان دونوں اقسام کی نیکیوں میں سے کتنا حصہ لیا ہے؟

(انوار العلوم جلد 5 صفحہ 426-428)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''لیکن ایک شخص جسے مثلاً اللہ تعالیٰ نے ترقی کرنے کی سو اکائیاں عطا کی ہوں مگر وہ اپنے نکمے پن کی وجہ سے ان میں سے پچاس کو ضائع کر دے تو وہ اس سیب کی طرح ہے جس کا آدھا حصہ گلا سڑا ہوا ہوتا ہے یا اس کی حالت اس آم کی سی ہے جس کی ایک طرف کیڑ الگ جاتا ہے اور دوسری طرف سے قابلِ استعمال بھی ہوتا ہے یا ایک ایسی سیڑھی کی طرح ہے جو درمیان میں سے ٹوٹ گئی ہو یا اس کی مثال ایسے پرندے کی ہے جس کے اڑن پروں (پرندوں کے جو پر ہوتے ہیں ان کے بعض حصے پرندے کو اڑنے میں مدد دیتے ہیں اور بعض اس کے Balance (توازن) کو قائم رکھنے میں مدد دیتے ہیں) میں سے دو چار پَر گر گئے ہوں اور وہ اتنی پرواز کے قابل نہ رہا ہو جتنی پرواز کی طاقت اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کر رکھی ہے۔ ہم نے بعض دفعہ شکار کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ اگر کسی مرغابی کے پر کا اگلا حصہ معمولی سا بھی زخمی ہو جائے تو وہ اپنی ڈار کے ساتھ اُڑ نہیں سکتی۔ غرض جو چیز اپنی ڈار کے ساتھ اڑ نہیں سکتی اس کے متعلق آپ سمجھ سکتے ہیں کہ پھر وہ منافقوں کی ڈار کے ساتھ مل جاتی ہے۔ منافق کے اندر بھی پہلے تھوڑی سی کمزوری پیدا ہوتی ہے پھر گلے شکوے پیدا ہوتے ہیں جس کی ذمہ داری دراصل خود اس پر عائد ہوتی ہے پھر وہ ایسی تکلیف محسوس کرتا ہے جو درحقیقت کسی اور کی پیدا کردہ نہیں ہوتی۔''

(خطبات ناصر جلد 2 صفحہ 752)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر پڑھنے کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے جس طرح باز اپنے آقا کے اشارے پر ان پرندوں کی پیروی کیلئے جھپٹتا ہے اس طرح مصلح موعودؓ نے ہر اشارے کی پیروی کی اور اس روحانی پرندے کو ہمارے لئے، ہماری دنیا کے مائدے کے لئے، دنیا کے دستر خوان کے لئے لا حاضر کیا۔ آج جو ساری دنیا اس دستر خوان سے کھانا کھا رہی ہے، قرآن کریم کے رزق سے لطف اٹھا رہی ہے یہ وہ اشارے

ہیں جن کے پس منظر میں وہ اشارے ہیں اور کہا کہ نہ صرف یہ کہ ہر آیت کا دوسری آیت سے تعلق ہے بلکہ ہر سورۃ کا اپنی آئندہ آنے والی سورۃ کے ساتھ تعلق ہے۔ ایک سورۃ کا آخر دوسری سورۃ کے شروع سے تعلق رکھتا ہے پھر وہ مضمون چلتا چلا جاتا ہے پھر اس سورۃ کے ختم ہونے کے بعد اس کا اگلی سورۃ سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور تفسیر کبیر میں اس کو عقلی دلائل کے ساتھ، واضح دلائل کے ساتھ ثابت فرمایا ہے۔"

(خطابات طاہر (قبل از خلافت) صفحہ 184)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"ایسی سوسائٹی میں کوئی Generation Gap پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ Generation Gap ایک بہت خطرناک اصطلاح ہے اور آج کی ترقی یافتہ دنیا کی ایجاد ہے ورنہ قدیم سوسائیٹیوں میں آج تک Generation Gap کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوا۔ یہ ایک تعلیم اور ترقی کی نشانی نہیں ہے بلکہ قرآن کریم نے جو حکمت بیان فرمائی ہے اس کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں یہ بیماری پیدا ہوتی ہے کہ ایک Generation اپنی چھوٹی Generation کے ساتھ محبت کا تعلق چھوڑ دیتی ہے اور تربیت سے غافل ہو جاتی ہے تو وہ نسل جب بڑی ہوتی ہے اپنی پہلی نسل سے بہت دور ہٹ چکی ہوتی ہے ان کے درمیان فاصلے پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ فاصلے پھر نسلاً بعد نسل بڑھتے چلے جاتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ کم ہونے لگیں۔ اس لئے یہ دعا جو سکھائی گئی اس کا پس منظر بھی خوب کھول کر بیان فرما دیا گیا اور اس کا جو بیچ کا حصّہ ہے وہ ہے وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ (بنی اسرائیل:25) کہ اے بچو! تم اپنے والدین کے لئے اس طرح نرمی کے پَر پھیلا دو جیسے پرندے اپنے چوزوں کے اوپر اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنے پَروں میں ڈھانپ لیتے ہیں۔ یہاں پَر کا استعمال اس لئے کیا گیا تا کہ پرندوں کا اپنے بچوں کے ساتھ سلوک ایک تصویر کی صورت میں ہماری نظروں کے سامنے ابھر آئے اور فرمایا کہ اس طرح اپنے والدین کے ساتھ پیار اور محبت کا سلوک کرو جس طرح پرندے اپنے بچوں کو پالتے ہیں، ان کی نگہداشت کرتے ہیں جو کلیۃً ان کے محتاج ہوتے ہیں۔ یہاں دراصل انسانوں سے ہٹ کر پرندوں کی مثال دی گئی ہے۔ جناح کا لفظ محاورہ ہے ضروری نہیں کہ پَر کے لئے استعمال ہو۔ ایک صفت کے بیان کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن کیوں

استعمال ہوتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پرندوں کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے کیونکہ پرندوں کے پَر ہوتے ہیں اور پرندے اپنے بچوں کی بعض دفعہ اس طرح لمبے عرصے تک تربیت کرتے ہیں کہ نہ وہ بچے دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں، نہ کھا سکتے ہیں۔ ان کی چونچوں کو ٹھونگے مار مار کے وہ خوراک کے لئے کھلواتے ہیں اور جب تک وہ اس لائق نہیں ہو جاتے کہ خود آزاد زندگی بسر کر سکیں۔ اس وقت تک پرندوں کے والدین مسلسل محنت کرتے چلے جاتے ہیں۔ پھر اس میں ایک اور بھی حکمت ہے کہ دونوں پرندے اپنے بچوں کے لئے محنت کرتے ہیں اور صرف ماں پر نہیں چھوڑا جاتا اور قرآن کریم نے جو ہمیں دعا سکھائی اس میں بھی اس مضمون کو کھول دیا گیا ہے۔ آج کل کے جدید معاشروں میں ایک یہ بھی خرابی ہے اور ہمارے قدیم معاشروں میں بھی یہ خرابی ہے بلکہ بعض صورتوں میں تیسری دنیا کے ممالک میں یہ خرابی ترقی یافتہ ممالک سے بہت زیادہ پائی جاتی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ماں کا کام ہے تربیت کرے اور والد اس میں دخل نہیں دیتے۔ والد ساتھ مل کر محنت نہیں کرتے اور ماں پر چھوڑ دیتے ہیں کہ جس طرح چاہے ان کو پالے، ان کا خیال رکھے نہ رکھے والد تو صرف کمانے میں مصروف رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہم نے تو اپنا فرض ادا کر دیا۔ قرآن کریم نے جو دعا سکھائی اس میں یہ بتایا رَبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيۡ صَغِيۡرًا کہ اے میرے اللہ! ان دونوں پر اس طرح رحم فرما جس طرح ان دونوں نے رحم کے ساتھ میری تربیت کی۔ یعنی ماں اور باپ دونوں اولاد کے لئے محنت کرنے میں برابر کے شریک ہونے چاہئیں اور دونوں کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی چاہئیں مگر ذمہ داریاں سمجھتے ہوئے نہیں بلکہ رحم کے نتیجے میں اور شفقت کے نتیجے میں پس اس دعا کو اب دوبارہ وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ وہاں پرندوں کی ہی مثال دی گئی ہے کیونکہ جانوروں کی دنیا میں سب سے زیادہ مل کر اولاد کی خدمت کرنے میں پرندے ہیں۔ ان کے مقابل پر کسی اور جانور کی کوئی مثال نہیں دی جا سکتی۔ جس طرح پرندے دونوں مسلسل محنت کرتے ہیں اپنی اولاد کے لئے اس طرح دوسرے جانوروں میں اتنی مکمل مشترکہ محنت کی مثال نہیں ملتی۔ گھونسلہ بنانے میں بھی وہ اسی طرح محنت کر رہے ہوتے ہیں، خوراک مہیا کرنے میں بھی اسی طرح محنت کر رہے ہوتے ہیں بلکہ بسا اوقات آدھا وقت Male یعنی نر پرندہ بیٹھتا ہے اور آدھا وقت

انڈوں پر مادہ پرندہ بیٹھتی ہے اور پھر جہاں تک خوراک مہیا کرنے کا تعلق ہے اس میں بھی دونوں محنت کرتے ہیں مگر نر پرندے کو بعض دفعہ زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے خوراک مہیا کرنے میں۔“

(خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 380-380)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”پس جو تعلق تبلیغ کی نیت سے رکھا جاتا ہے۔ اس میں ضروری ہے کہ انسان اس بات پر نظر رکھے کہ جس سے تعلق رکھا جا رہا ہے وہ وقت کو ضائع تو نہیں کر رہا وہ قریب آ رہا ہے یا نہیں آ رہا۔ اگر ایک شخص اپنی جگہ پر ٹکا ہے اور انسان اس کے ساتھ عمر گنوا دے تو اس کی عمر ضائع جائے گی صرف اس کی نہیں بلکہ اَور بھی بہت سے لوگوں کی عمریں ضائع جا رہی ہیں جن کی طرف وہ توجہ دے سکتا تھا۔ پس جب ایک شکاری کا وقت ضائع جاتا ہے تو بہت سے نقصانات اس کو پہنچ رہے ہوتے ہیں ایسے شکار کے پیچھے لگا رہتا ہے جس کو چھوڑ کر دوسرا شکار اس کے ہاتھ آ سکتا تھا مگر یہ روحانی شکار ہے۔ دنیا کے شکار میں تو یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک شکاری ایک شکار کے ساتھ لگ جائے تو باقی پرندوں کے لئے غنیمت ہے ان کی قسمت جاگ گئی کہ ایک بے وقوف شکاری غلط سمت میں چلا گیا لیکن وہ روحانی پرندے جو ابراہیمؑ کے پرندے ہیں وہ تو زندہ کرنے کے لئے مارے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے جب خدا سے شکار کا طریقہ سیکھا تھا تو یہی پوچھا تھا کہ مردوں کو کیسے زندہ کیا جاتا ہے؟ پس مؤمن کا شکار اگرچہ باتیں شکار کی ہی ہوں بالکل برعکس نتیجہ کے لئے کیا جاتا ہے۔ دنیا کا عام شکاری مارنے کے لئے شکار کرتا ہے اور مؤمن زندہ کرنے کے لئے شکار کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی صفت بیان فرمائی گئی کہ جب بھی اللہ اور اس کے رسول تمہیں بلائیں یُحۡیِیۡکُمۡ (الانفال: 25) تاکہ وہ تمہیں زندہ کریں تو اِسۡتَجِیۡبُوۡا (الانفال: 25) اس وقت ان کی آواز پر لبیک کہا کرو۔“

(خطبات طاہر جلد 11 صفحہ 343)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی۔ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ۔ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ۔ قَالَ فَخُذۡ اَرۡبَعَۃً مِّنَ الطَّیۡرِ فَصُرۡهُنَّ اِلَیۡکَ ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنۡهُنَّ جُزۡءًا ثُمَّ ادۡعُهُنَّ یَاۡتِیۡنَکَ سَعۡیًا۔

وَاعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ(البقرۃ:261) کہ اور کیا تُو نے اس پر بھی غور کیا جب ابراہیمؑ نے کہا کہ اے میرے ربّ! مجھے دکھلا کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ اس نے کہا کیا تو ایمان نہیں لا چکا؟ اس نے کہا کیوں نہیں؟ مگر اس لئے پوچھا ہے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے، اس نے کہا تو چار پرندے پکڑ لے اور انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لے۔ پھر ان میں سے ایک ایک کو پہاڑ پر چھوڑ دے پھر انہیں بلا۔ وہ جلدی کرتے ہوئے تیری طرف چلے آئیں گے اور جان لے کہ اللہ غلبہ والا اور بہت حکمت والا ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں یہاں صرف حَکِیۡم کے معنی استعمال کئے ہیں کہ اپنے تمام افعال میں حکمت بالغہ سے کام لینے والا، اس کے افعال کی بنا روزمرہ کے اسباب پر نہیں کیونکہ وہ خارق عادت نشان دکھانے سے عاجز نہیں بلکہ اس کے جملہ افعال اپنے اندر بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں لئے ہوئے ہیں۔ نشانات اللہ تعالیٰ دکھا سکتا ہے اور ایسے ایسے عجیب نشان دکھاتا ہے کہ بندہ وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ سے نشان مانگا ہے جس کا ذکر ہے اور اس پر خدا تعالیٰ کا جواب یہ ہے جو ابھی پڑھا گیا۔ مفسرین اس کو ظاہری ایمان پر محمول کرتے ہیں اور بعض کی عجیب عجیب اس بارے میں تفسیریں ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی تفسیر کی ہے۔ مَیں اس کا مختصر ذکر کرتا ہوں جو اس کی حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم نے یہ دعا کی کہ احیاء موتیٰ کا کام جو میرے سپرد ہے وہ کس طرح ہو گا؟ مُردوں کو یعنی روحانی مردوں کو زندہ کرنے کا کام جو میرے سپرد ہے وہ کس طرح ہو گا؟ تو اے اللہ! تُو ہی مجھے دکھا کہ قوم میں زندگی کس طرح پیدا ہو گی جبکہ مَیں بوڑھا ہوں اور کام بھی بے انتہا اہم ہے۔ یہ کس طرح پورا ہو گا؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چار پرندے لے کر ان کو سدھا، انہیں پہاڑوں پر رکھ دے وہ تیری طرف آئیں گے۔ تو اس کی تشریح میں فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت کر۔ وہ تیری آواز پر لبیک کہتے ہوئے احیاء دین کے کام کی تکمیل کریں گے اور یہ روحانی پرندے حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف ہیں، ان میں سے دو کی حضرت ابراہیم نے براہ راست تربیت کی اور دو کی بالواسطہ۔ پہاڑ پر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے رفیع الشان، رفیع الدرجات ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اور چار پرندوں کو علیحدہ علیحدہ پہاڑ پر رکھنے سے یہ بھی مراد ہے کہ احیاء دین چار مختلف وقتوں میں ہو گا۔ ایک تو پہلے زمانے میں ہوا۔ پھر کیونکہ حضرت

ابراہیم نے دعا بھی کی تھی کہ مَیں اپنی اولاد کے بارے میں بھی یہ نشان دیکھنا چاہتاہوں یعنی بعد میں آنے والوں میں بھی یہ نشان ظاہر ہو کہ وہ احیاء موتیٰ کرنے والے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری قوم چار مرتبہ مُردہ ہو گی اور ہم چار مرتبہ زندہ کریں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں پہلے یہ آواز بلند ہوئی جو حضرت ابراہیمؑ کی آواز تھی۔ پھر حضرت عیسیٰ کے ذریعہ سے آواز بلند ہوئی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے آواز بلند ہوئی اور اب اس زمانہ میں چوتھی مرتبہ وہ آواز بلند ہوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے بلند ہوئی۔

پس پہلا پرندہ موسوی امت تھی، دوسرا پرندہ عیسوی امت تھی اور تیسرا پرندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تھی جن پر آپؐ کا جلالی ظہور ہوا اور چوتھا پرندہ جمالی ظہور کی مظہر جماعت احمدیہ ہے جن کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم کے قلب کو راحت پہنچی اور نزدیک اور دُور کی اولاد کے زندہ ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نظارے دکھائے اور یہی خدا تعالیٰ کے عَزِیۡز اور حَکِیۡم ہونے کا اظہار ہے اور یہ زندہ ہونا اب ہم پر بحیثیت احمدی ایک ذمہ داری بھی ڈالتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق جو احیاء موتیٰ اس زمانے میں ہونا تھا اس نے دائمی رہنا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی پُر حکمت تعلیم جو تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے اس سے چمٹے رہنا ضروری ہے تاکہ ہر فرد جماعت احیاء موتیٰ کا نظارہ دکھانے والا بھی ہو اور دیکھنے والا بھی ہو۔ پس جب تک ہم تقویٰ پر قائم رہیں گے یہ نظارے ان شاء اللہ دیکھتے رہیں گے۔“

(خطبہ جمعہ 7/دسمبر 2007ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: تمثیل احمد)

۞۞۞۞

﴿4﴾ ﴿مشاہدات۔1258﴾

"مَنْطِقُ الطَّیْرِ"

(ازروئے قرآن کریم)

(تقریر نمبر4)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (البقرۃ:261)

کہ (کیا تُو نے اس پر بھی غور کیا) جب ابراہیم نے کہا اے میرے ربّ مجھے دکھلا کہ تُو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ اُس نے کہا کیا تو ایمان نہیں لا چکا؟ اُس نے کہا کیوں نہیں! مگر اس لئے (پوچھا ہے) کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ اس نے کہا تُو چار پرندے پکڑ لے اور انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لے۔ پھر ان میں سے ایک ایک کو ہر پہاڑ پر چھوڑ دے۔ پھر انہیں بُلا، وہ جلدی کرتے ہوئے تیری طرف چلے آئیں گے اور جان لے کہ اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی
ہر گُل و گلشن میں ہے رنگ اُس تری گلزار کا
چشمِ مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خم دار کا
آنکھ کے اندھوں کو حائل ہوگئے سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

(درثمین)

معزّز سامعین! خاکسار نے سورۃ النمل آیت 17 کی روشنی میں ایک مشاہدہ تیار کیا تھا۔ جو "مشاہدات نمبر1255" کے ساتھ www.mushahedat.com پر اپلوڈ ہو چکا ہے۔ اِس کے بعد ماموِر زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پانچوں خلفاء کے افاضات و ارشادات پر مشتمل دو تقاریر تیار کرنے کی خاکسار کو توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ نے اِن تقاریر کی تیاری کے بعد یہ خیال بھی دل میں ڈالا کہ پرندوں کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت ذکر کیا ہے جو نصیحت آموز ہے۔ اِن کو بھی ایک تقریر میں یکجا کر دینا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو پرندہ سے تشبیہ دی ہے۔ پرندہ کی مثال دے کر سمجھایا ہے کہ جس طرح پرندہ بلند اُڑان بھرتا ہے اِسی طرح ایک مؤمن کو روحانی پرواز بھرتے رہنا چاہیے۔ اپنے اخلاق و اطوار میں ترقی کرتے رہنا چاہیے، حقوق اللہ اور حقوق العباد صدقِ نیّت کے ساتھ ادا ہونے چاہیے۔ نمازوں کی ادائیگی حکمِ خداوندی کے مطابق ہو، قرآن کریم کی تلاوت اُس کے ترجمہ اور معارف کو سمجھ کر کی جائے۔ اگر ایک مؤمن کا آنے والا دن گزرے ہوئے دن سے بہتر ہو تو یہ ایک پرندہ کی طرح پرواز ہو گی۔ اِس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الضُّحیٰ آیت 5 میں وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اِس آیت کے تحت فٹ نوٹ میں تحریر فرمایا ہے کہ

"یہاں جس آخرۃ کے اُولیٰ سے بہتر ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اِس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر آنے والا لمحہ ہے۔ جو ہر گزرے ہوئے لمحہ سے بہتر تھا کیونکہ آپؐ ہر آن اللہ تعالیٰ کی طرف محوِ سفر تھے۔"

(ترجمۃ القرآن صفحہ 1183)

پھر سورۃ الضُّحیٰ کے تعارفی نوٹ میں آپؒ تحریر فرماتے ہیں کہ

"تیری (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر بعد میں آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہو گی اور پھر یہ خوشخبری ہے کہ تجھے اللہ تعالیٰ بہت کچھ عطا فرمائے گا۔"

(ترجمۃ القرآن صفحہ 1181)

نیز حضور رحمہ اللہ نے ایک موقع پر اپنا ایک کشف بیان فرمایا کہ مَیں جماعت کو لے کر ایک بلند و بالا پہاڑ پر چڑھ رہا ہوں۔ جب مَیں پیچھے مڑ کر طے شدہ سفر کو دیکھتا ہوں تو مجھے وہ دُور کا سفر نظر آتا ہے۔ یہی وہ

روحانی ہجرت ہے جو مؤمن اپنے اعمال میں بہتری لا کر کرتا ہے۔ وہ بدیوں اور بُرائیوں کے وطن کو چھوڑ کر نیکیوں اور خیر و برکت کے وطن کی طرف پرواز بھرتا ہے۔ جس سے اُس کے نفوس و اموال میں برکت دی جاتی ہے۔ اِس ہجرت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل میں ان الفاظ میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا فِى اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا لَـنُبَوِّئَنَّهُمۡ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً‌ ؕ وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ اَكۡبَرُ‌ ۘ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ (النحل:42)

اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی خاطر ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا ہم ضرور اُنہیں دنیا میں بہترین مقام عطا کریں گے اور آخرت کا اجر تو سب (اجروں) سے بڑا ہے۔ کاش وہ علم رکھتے۔

سامعین! سورۃ النمل میں بیان مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ کی تفسیر اور اِس کے مطالب تقریر نمبر 1 میں ہم سُن آئے ہیں۔ اِس سے اگلی آیت یعنی سورۃ النمل کی آیت 18 میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کا ذکر فرمایا ہے۔ جس کو حضرت سلیمانؑ کے لئے الگ الگ صفوں میں ترتیب دیا گیا یعنی جنّ الگ تھے، انسان الگ اور طائر یعنی آسمانی پرواز کرنے والے برگزیدہ لوگ الگ تھے۔ یہ وہ طَیۡرٌ کے معنی ہیں جو حضرت مصلح موعودؓ نے فرمائے ہیں: (دیکھیں فٹ نوٹ آیت 17 سورۃ النمل)۔ نیز حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سورۃ البقرۃ آیت 50 کی تفسیر میں طَیۡرٌ کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"طَیۡرٌ کا لفظ مؤمن کے لیے حدیث میں آیا ہے۔ فَاَنۡفُخُ فِيۡهِ۔ مَیں اس میں کلام کی ایسی روح پھونکوں گا کہ وہ مادہ پرستی سے نکل کر بلند پرواز انسان ہو جائے گا... طَیۡرٌ کا اطلاق بلند پرواز انسان پر ہوتا ہے۔ شہیدوں کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ جنت میں سبز پرندوں کی شکل میں ہوں گے اور مجاہدوں کو طَیۡرٌ فرمایا کہ وہ اُڑ کر موقعۂ جنگ پر پہنچتے ہیں... جب تمہارا عمل درآمد اِس کے مطابق ہو گا تو تم بلند پرواز انسان بن جاؤ گے اور روحانیت کے اُوپر پرندے بن کر اُڑو گے"

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 476-479)

سامعین! اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء کے ساتھ طَیۡرٌ کا ذکر کیا ہے۔ اُس میں دوسرے نمبر پر حضرت داؤد علیہ السلام کا نام آتا ہے جن کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو مسخّر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے فضل عطا کیا تھا اور کہا تھا کہ اے پہاڑوں کے رہنے والو! تم بھی اَور اے پرندو! تم بھی اُس کے ساتھ خدا کی تسبیح کرو“(سبا:11)

یہاں حضرت خلیفۃُ المسیح الثانیؓ نے پرندوں سے نیک لوگ مراد لئے ہیں۔(دیکھیں فُٹ نوٹ آیت متعلقہ)

حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے سورۃ الانبیاء آیت 80 کے تحت فٹ نوٹ میں تحریر فرمایا ہے کہ ”(طیّور کا لفظ استعارہ ہے یعنی) وہ انسان جن کو روحانی طور پر اُڑنے کی طاقت دی گئی اور وہ تیز رفتار سوار جو پرندوں کی طرح تیزی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کی فوج کے سب سے تیز رسالہ کو بھی پرندوں کا لشکر قرار دیا گیا ہے۔“

حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت داؤدؑ کے حوالے سے قرآنی الفاظ ”وَالطَّیۡرَ مَحۡشُوۡرَۃً“ کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ بلند پرواز انسانوں کو بھی جمع کر کے اُس کے ساتھ لگا دیا تھا۔

یہاں حضرت داؤدؑ کے ساتھی یعنی پرندے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے کا ذکر اکثر جگہ ملتا ہے۔ حضرت داؤدؑ کے پیروکار یعنی روحانی پرندے اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے اکثر گیت گاتے ہیں اور اہل جبال کی طرح بلند و بالا ہو جاتے ہیں۔

سامعین! تیسرے نمبر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ آیت 261 میں فرماتا ہے۔

”(کیا تُو نے اس پر بھی غور کیا) جب ابراہیم نے کہا۔ اے میرے ربّ! مجھے دکھلا کہ تُو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ اُس نے کہا کیا تو ایمان نہیں لا چکا؟ اُس نے کہا کیوں نہیں! مگر اس لئے (پوچھا ہے) کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ اس نے کہا تُو چار پرندے پکڑ لے اور انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لے۔ پھر ان میں سے ایک ایک کو ہر پہاڑ پر چھوڑ دے۔ پھر انہیں بُلا، وہ جلدی کرتے ہوئے تیری طرف چلے آئیں گے اور جان لے کہ اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اِس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

"اپنی اولاد میں سے چار کی تربیت کر وہ تیری آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس احیاء کے کام کی تکمیل کریں گے۔ یہ چار روحانی پرندے حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام ہیں۔ ان میں سے دو کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے براہ راست تربیت کی اور دو کی بالواسطہ۔ پہاڑ پر رکھنے کے معنے بھی یہی تھے کہ ان کی نہایت اعلیٰ تربیت کر کیونکہ وہ بہت بڑے درجہ کے ہوں گے۔ گویا پہاڑ پر رکھنے میں ان کے رفیع الدرجات ہونے کی طرف اشارہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ بلندیوں کی چوٹیوں تک جا پہنچیں گے۔

اسی طرح چار پرندوں کو علیحدہ علیحدہ چار پہاڑوں پر رکھنے کے یہ معنے تھے کہ یہ احیاء چار علیحدہ علیحدہ وقتوں میں ہوگا۔ غرض اس طرح احیاء قومی کا وہ نقشہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا انہیں بتا دیا گیا۔ اسی طرح بعد کے زمانہ کے لئے بھی اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی چار ترقیوں کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کیا تھا کہ آپ مُردوں کو کس طرح زندہ کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا تم کو میری طاقتوں پر ایمان نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ایمان تو ہے وَلٰكِنۡ لِّيَطۡمَئِنَّ قَلۡبِىۡ۔ یہ زبان کا ایمان ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ آپ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور اقرار کرنا پڑتا ہے کہ کرتے ہیں مگر دل کہتا ہے کہ یہ طاقت میری اولاد کی نسبت بھی استعمال ہو۔ مَیں چاہتا ہوں کہ یہ نشان اپنے نفس میں بھی دیکھوں اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری قوم چار دفعہ مُردہ ہوگی اور ہم اسے چار دفعہ زندہ کریں گے۔

چنانچہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں۔ اُن کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز بلند ہوئی اور یہ مُردہ زندہ ہوا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ کی آواز بلند ہوئی اور یہ مُردہ زندہ ہوا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ وہی آواز بلند ہوئی اور اس مُردہ قوم کو زندگی ملی اور چوتھی بار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ابراہیمی آواز پھیلی اور وہی مُردہ زندہ ہوا۔ چار دفعہ ابراہیمی نسل کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آوازیں دیں اور چاروں دفعہ وہ دوڑ کر جمع ہو گئی۔"

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 602-603)

سامعین! چوتھے نمبر پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلقِ طیر کا ذکر سورۃ آل عمران آیت 49-50 میں فرمایا ہے۔ کہ

”(یہ بھی بشارت دی کہ اللہ) اُسے کتاب اور حکمت کی (باتیں) سکھائے گا اور تورات اور انجیل (سکھائے گا) اور بنی اسرائیل کی طرف رسول (بنا کر اُسے اس پیغام کے ساتھ بھیجے گا) کہ مَیں تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے ایک نشان لے کر آیا ہوں (اور وہ یہ ہے) کہ مَیں تمہارے (فائدہ کے) لیے بعض طینی خصلت رکھنے والوں سے پرندہ کے پیدا کرنے کی طرح (مخلوق) پیدا کروں گا۔ پھر مَیں اُن میں ایک نئی رُوح پھونکوں گا۔ جس پر وہ اللہ کے حکم کے ماتحت اُڑنے والے ہو جائیں گے اور مَیں اللہ کے حکم کے ماتحت اندھے اور مبروص کو اچھا کروں گا اور مُردوں کو زندہ کروں گا اور جو کچھ تم کھاؤ گے اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرو گے اس کی تمہیں خبر دوں گا (اور) اگر تم مؤمن ہو تو اس میں تمہارے لئے ایک نشان ہو گا۔“

اور سورۃ المائدہ آیت 111 میں کیا ہے۔ فرماتا ہے۔

اِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ اذۡکُرۡ نِعۡمَتِیۡ عَلَیۡکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ ۘ اِذۡ اَیَّدۡتُّکَ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ ۟ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الۡمَهۡدِ وَکَهۡلًا ۚ وَاِذۡ عَلَّمۡتُکَ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَالتَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِیۡلَ ۚ وَاِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّیۡنِ کَهَیۡـَٔةِ الطَّیۡرِ بِاِذۡنِیۡ فَتَنۡفُخُ فِیۡهَا فَتَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِیۡ وَتُبۡرِئُ الۡاَکۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ بِاِذۡنِیۡ ۚ وَاِذۡ تُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِیۡ ۚ وَاِذۡ کَفَفۡتُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ عَنۡکَ اِذۡ جِئۡتَهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ

اس وقت اللہ (عیسیٰ ابن مریم سے بھی) کہے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! جو نعمت مَیں نے تجھ پر اور تیری ماں پر نازل کی تھی اس کو یاد کرو (یعنی) جبکہ مَیں نے پاک وحی سے تیری مدد کی تھی تو لوگوں سے بچپن میں (بھی) اور ادھیڑ عمر میں (بھی روحانیت کی) باتیں کرتا تھا اور (اس وقت کو بھی یاد کر) جبکہ مَیں نے تجھ کو کتاب اور حکمت (کی باتیں) سکھائیں اور تورات اور انجیل (سکھائی) اور جبکہ تو میرے حکم سے طینی خصلت رکھنے والے (افراد میں) سے پرندہ کے پیدا کرنے کی طرح مخلوق پیدا کرتا تھا پھر تُو اُن میں پھونک مارتا تھا تو وہ میرے حکم سے اُڑنے کے قابل ہو جاتے تھے اور تو اندھے اور مبروص کو میرے حکم سے بَری قرار دیتا تھا اور جبکہ تو میرے حکم سے مُردوں کو نکالتا تھا اور جبکہ بنی اسرائیل کو (جو تیرے قتل کا ارادہ

رکھتے تھے) مَیں نے تجھ سے روکے رکھا۔ (اس وقت) جبکہ تُو اُن کے پاس دلائل لے کر آیا اور اُن میں سے کافروں نے کہا یہ تو کھلے کھلے دھوکا والی باتیں ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارے دونوں آیات میں طِیۡنٌ کا لفظ قابل غور اور قابل تشریح ہے۔ طِیۡنٌ گیلی مٹی کو بولتے ہیں۔ جس سے ایسے انسان تیار ہوسکتے ہیں جن کو جو بھی خاصیّت دی جائے وہ قبول کر کے کَهَیۡـَٔةِ الطَّیۡرِ پرندوں کی طرف بلند پرواز کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

”ایک احیاء موتیٰ وہ ہے جو کفّار نے موسیٰؑ کے مقابلہ میں کیا۔ فَاِذَا حِبَالُهُمۡ وَعِصِیُّهُمۡ (طٰہٰ:67) ایک احیاءِ موتیٰ انبیاء کا ہے۔ چنانچہ نبی کریمؐ کی نسبت فرمایا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا یُحۡیِیۡكُمۡ (سورۃ الانفال:25) مسیحؑ رسول تھا پس اس کا احیاء بھی رسولوں والا احیاء ہونا چاہیے۔ وہ کیا ہے۔ بَدوں کا نیک بن جانا۔ ایک شخص نے یہ معنے سُن کر مجھے کہا تھا۔ یہ تو معمولی بات ہے۔ مَیں نے اسے کہا کہ آپ نے اگر کوئی ایسا مُردہ زندہ کیا ہے تو بتاؤ تو وہ دَم بخود رہ گیا۔“

(حقائق الفرقان جلد 1 صفحہ 476)

سامعین! قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہوئے پرندوں اور اُن کی بولیوں یعنی مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ کے حوالے سے ایک بہت ہی اہم نصیحت آموز سبق یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگر ان پرندوں کو خوش لحن بنایا ہے تو وہ اس کے ذریعہ اپنے خالق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے، نماز ادا کرتے اور تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں۔ اگر پرندے ایسا کرتے ہیں تو ایک نبی کے پیروکار جو روحانی پرندے ہیں انہیں بدرجہ اولیٰ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید اور تکبیر میں مصروف رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النور آیت 42 میں فرماتا ہے:

”کیا تو دیکھتا نہیں کہ اللہ وہ ہے کہ جو آسمانوں اور زمین رہتے ہیں سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور پرندے صف باندھے ہوئے اس کے سامنے حاضر ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک (اپنی اپنی پیدائش کے مطابق) اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جانتا ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔“

پرندوں کی تخلیق، اُن کی ہیئت اور اُن کا صف باندھے پرواز کرنا ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ ہمیں منتشر بھیڑیں رہنے کی بجائے ایک امام کی اقتداء میں صف باندھے متحد رہنا چاہیے۔ ہم ”مشاہدات“ میں اکثر سُن

آئے ہیں کہ بہت سے جانوروں، چرند پرند اور حشرات میں ہمارے لئے اسباق پوشیدہ ہیں۔ اُن میں شہد کی مکھیوں، چونٹیوں اور اونٹوں کی امثال اکثر سنتے آئے ہیں۔ ہم نے بالعموم دیکھا ہے کہ پرندے سارا دن دانہ چگنے اور پیٹ بھرنے کے بعد جب اپنے اپنے گھونسلوں اور گھروں کو واپس جاتے ہیں تو پَر پھیلائے، قطار میں صفیں بنا کر اٹکیلیاں کرتے اور شکرِ الٰہی کے گیت گاتے واپس جارہے ہوتے ہیں۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لیے پرندوں کے گوشت کا ذکر فرمایا ہے کہ پرندوں کا گوشت جنتیوں کے لیے ہوگا۔(الواقعۃ:56) اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لیے پرندوں کے گوشت کو اس لیے پسند فرمایا اور خصوصی طور پر اس کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ وہ ایک تو خوش ذائقہ ہوتا ہے اَور دوسرا وہ طاقت کا بہترین ذریعہ ہوتا ہے۔ وہ اُڑنے کی وجہ سے اپنے اندر طاقت اور قوّت پیدا کرتے ہیں۔ اسی لیے ڈاکٹر حضرات لقوہ، فالج کے مریضوں کو کبوتر و دیگر بعض پرندوں کے گوشت کھانے کی تلقین کرتے ہیں کہ وہ گرم اور طاقتور ہوتا ہے۔ اس میں مؤمنوں کے لیے سبق ہے کہ وہ پرندوں کی طرح ہر وقت اللہ کی طرف پرواز بھرے رکھیں یوں یہ پرواز اور اُڑان بھی اِن کو طاقتور سے طاقتور ترین کرتی رہے گی۔ پَر پھیلائے اور صف باندھے پرندوں کا مضمون سورۃ الملک آیت 20 میں بھی بیان فرمایا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

”کیا انہوں نے پرندوں کو اپنے اوپر پَر پھیلاتے اور سمیٹتے ہوئے نہیں دیکھا۔ رحمان کے سوا کوئی نہیں جو انہیں روکے رکھے۔ یقیناً وہ ہر چیز پر گہری نظر رکھتا ہے۔“

نیز حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس آیت کے تحت فٹ نوٹ میں فرماتے ہیں:

”طیور کے آسمان میں اُڑنے اور جوّ میں مسخّر ہونے سے متعلق یہ آیت گہرے معانی رکھتی ہے۔ پرندوں کی ساخت خصوصیت کے ساتھ ایسے اصولوں کے مطابق کی گئی ہے کہ وہ فضا میں اڑ سکیں اور یہ محض اتفاقی حادثہ نہیں۔ بعض شکاری پرندوں کی رفتار ہوا میں دوسو میل فی گھنٹہ تک پہنچ جاتی ہے اور ان کی ساخت ایسی ہے کہ اس رفتار کا ان کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ ہوا چونچ اور سر سے ٹکرا کر چاروں طرف پھیل جاتی ہے اور اسی تیز رفتاری کے ساتھ وہ اُڑتے ہوئے پرندوں کا شکار بھی کر لیتے ہیں۔“

سورۃ الملک آیت 20 کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یہ ترجمہ فرمایا ہے:

"کیا انہوں نے اپنے اوپر اُڑنے والے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ وہ صفوں کی صورت میں اُڑ رہے ہیں اور کبھی اپنے پَر سمیٹ لیتے ہیں۔ رحمٰن (خدا) ہی اُن کو روکتا ہے۔ وہ ہر چیز سے اچھی طرح واقف ہے۔"

نیز فٹ نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں:

"یعنی زلزلوں سے اور بیماریوں سے اس نے تم کو محفوظ کیا ہوا ہے۔ ورنہ پرندے آسمان پر اُڑتے ہوئے انتظار کر رہے ہیں کہ تم پر عذاب آئے اور وہ جھپٹ کر تمہاری لاشیں کھائیں۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ پرندوں کی ساخت اور حیرت انگیز بناوٹ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس کے بعد اسی سورت میں پرندوں کے متعلق یہ فرمایا گیا کہ یہ جو آسمان پر اڑتے پھرتے ہیں یہ خیال مت کرو کہ محض اتفاقاً اُن کو پَر عطا ہو گئے اور اڑنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ صرف پروں کا پیدا ہونا ہی پرندوں میں اڑنے کی صلاحیت پیدا نہیں کر سکتا تھا جب تک اس کی کھوکھلی ہڈیاں، اس کی چھاتی کی خاص بناوٹ اور چھاتی کے دونوں طرف نہایت مضبوط عضلات نہ بنائے جاتے جو بہت بڑا بوجھ اٹھا کر انہیں بلند پروازی کی توفیق بخشتے ہیں۔ یہ ایک ایسا حیرت انگیز کرشمہ ہے کہ انتہائی وزنی مگھ بھی مسلسل کئی ہزار میل تک اڑتے چلے جاتے ہیں اور اڑتے وقت ان کی جو اندرونی ترکیب ہے وہ اس طرح ہے کہ جیسے جیٹ جہاز کا سامنے کا حصہ ہوا کو منتشر کرتا ہے اسی طرح ہوا کے دباؤ ان پر اس بناوٹ کی وجہ سے کم سے کم پڑتا ہے اور جو مگھ سب سے زیادہ اس دباؤ کو برداشت کرنے کے لئے دوسروں کے آگے ہوتا ہے، کچھ دیر کے بعد پیچھے سے ایک اَور مگھ آکر اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ پھر یہی پرندے آبی پرندے بھی بنتے ہیں اور ڈوبتے نہیں حالانکہ ان کو اپنے وزن کی وجہ سے ڈوب جانا چاہیے تھا۔ نہ ڈوبنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے جسم کے اوپر چھوٹے چھوٹے پَر ہوا کو سمیٹے ہوئے ہوتے ہیں اور پَروں میں قید ہوا ان کو ڈوبنے سے بچاتی ہے۔ اور یہ خود بخود ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ ضروری ہے کہ ان پَروں کے گرد کوئی ایسا چکنا مادہ ہو جو پانی کو پَروں میں جذب ہونے سے روکے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ پرندے سارے پَر اپنی چونچوں میں سے گزارتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس وقت ان کے جسم میں اللہ تعالیٰ گریس (Grease) کی طرح کا وہ مادہ نکالتا ہے جسے

پَروں پر ملنا لازمی ہے۔ وہ مادہ کیسے از خود پیدا ہوا اور ان کے منہ تک کیسے پہنچا اور ان پرندوں کو کیسے شعور ہوا کہ جسم تک پانی کے سرایت کرنے کو روکنا لازمی ہے ورنہ وہ ڈوب جائیں گے ؟"

(تعارف سورۃ النحل ترجمۃ القرآن صفحہ 437)

سورۃ الملک کے تعارف میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"اس سورت میں ایسے روحانی پرندوں کا بھی ذکر ہے جو آسمان کی وسیع اور بسیط فضا میں بلند پروازی کا شرف پاتے ہیں۔ جس طرح ظاہری پرندوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے قوتِ پرواز بخشی ہے اور زمین و آسمان کے درمیان مسخَّر کر دیا ہے اسی طرح اپنے مؤمن بندوں کو بھی وہی قوّت پرواز عطا فرماتا ہے۔ اسی کے مقابل پر اوندھے منہ چلنے والے جانوروں کو کوئی روحانی بلندی عطا نہیں ہوتی، نہ ظاہری معنوں میں، نہ روحانی معنوں میں۔"

(ترجمۃ القرآن صفحہ 1053)

سامعین! ہم اوپر قرآن کریم میں آٹھ دفعہ پرندوں اَور اُن سے ملنے والے اسباق کا ذکر سن آئے ہیں۔ اب آخر میں سورۃ الفیل میں ابابیل کا ذکر کر لیتے ہیں۔ جنہوں نے ہاتھیوں پر مشتمل با مسلح لشکر کو نہ صرف تباہ و برباد کیا بلکہ نیست و نابود کر دیا۔ اُن کو ایسا صفحہ ہستی سے مٹایا کہ ان کا عبرت ناک انجام اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں تا قیامت محفوظ کر دیا۔

الغرض پرندوں کے یہ جھنڈ کسی پر حملہ کرنے اور اُن کو تباہ کرنے کا ارادہ کر لیں تو قوموں کی قوموں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتے ہیں۔ سورۃ الملک آیت 20 کی تفسیر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اَلطَّیۡرُ۔ مُردار خور جانور۔ پیشگوئی ہے کہ تم شکست کھاؤ گے اور یہ جانور تمہاری لاشیں کھائیں گے۔ یہ گدھ جو آسمان پر پھرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رُکے ہوئے ہیں ورنہ یہ تم کو نوچ نوچ کر کھا جاتے۔"

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 171-172)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تحریر فرماتے ہیں:

”یعنی زلزلوں سے اور بیماریوں سے اس نے تم کو محفوظ کیا ہوا ہے۔ ورنہ پرندے آسمان پر اُڑتے ہوئے انتظار کر رہے ہیں کہ تم پر عذاب آئے اور وہ جھپٹ کر تمہاری لاشیں کھائیں۔“

(فٹ نوٹ سورۃ الملک آیت 20)

سو جہاں یہ پرندے رحمت ہیں اور انسانوں کے کام آتے ہیں۔ وہاں یہ تباہی کا باعث بھی بنتے ہیں۔ لہذا استغفار اور توبہ کی ضرورت بھی رہتی ہے۔

(کمپوزڈ۔ منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿5﴾ ﴿مشاہدات۔1283﴾

"مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ"

(روحانی ہجرت)

(تقریر نمبر5)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالطَّیۡرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ کُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسۡبِیۡحَہٗ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ (النور:42)

یعنی کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وہ تمام ذَوِی العقول کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور ان ذوی العقول میں سے جو طَیۡرٌ ہیں وہ صفیں باندھ باندھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور ان گروہوں میں سے ہر ایک کو نماز اور تسبیح کا طریق معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ ان ذوی العقول کے تمام اعمال سے واقف ہے۔

ہجرت بھی ایک سنّتِ خَیۡرُ الانام ہے
اللہ کے لئے جو کرے خوش مقام ہے

معزّز سامعین! گزشتہ دنوں " مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ "کے عنوان پر چار تقاریر "مشاہدات "کی ویب سائیٹ پر نمایاں ہوئیں تو ایک تقریر میں سائبیریا اور دوسرے سرد ممالک سے ہجرت کر کے گرم علاقوں میں آنے، انجوائے کرنے، پیٹ پوجا کر کے واپسی کی پروازیں بھرنے کا ذکر تھا تو اس پر بہت سے تبصرے موصول ہوئے اُن میں سے ایک دلچسپ تبصرہ امریکہ سے ہماری ایک کرمفرما بہن مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کا موصول ہوا جس نے مجھے " مَنۡطِقُ الطَّیۡرِ " کے عنوان پر تقریر نمبر 5 لکھنے پر مجبور کیا کیونکہ یہ ایک تربیتی واصلاحی مضمون ہے۔

آپ لکھتی ہیں۔

”ہم بھی تو پرندے ہیں۔ جو قادیان سے اُڑے اور ربوہ کی زمین پر آ کے ٹھکانا بنایا پھر وہاں سے اُڑے اور امریکہ میں گھونسلا بنایا۔ تسبیح و تحمید کرتے ہوئے“

سامعین! مَیں موصوفہ کے اِس تبصرے کو ”روحانی ہجرت“ کا نام دے رہا ہوں جس کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی پیاری کتاب قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر کیا ہے اور اللہ کے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمودات میں اِس کی وضاحت فرمائی ہے۔ لیکن قبل اِس کے کہ مَیں اِس مضمون میں غوطہ زن ہوں۔ مادّی پرندوں اور روحانی پرندوں کی اِس مماثلت اور اِن کے نتائج بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ مؤمنوں کو پرندوں سے اِس لئے مماثلت دی گئی ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات پر عمل کے حوالہ سے، اخلاقیات میں بلند پرواز کے حوالہ سے، اللہ، اُس کے رسولؐ اور اُس کی کتاب قرآن سے محبت کے حوالہ سے پرندوں کی طرح بلندیوں کا سفر کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر سُن آئے ہیں کہ سرد علاقوں کے پرندے لمبا سفر کر کے تبدیلی آب و ہوا کے لئے، وافر غذائیت کے حصول کے لئے اور اپنے اللہ کی تسبیح و تحمید کی خاطر پرواز کرتے ہیں۔ عام پرندے بھی بلندیوں پر جا کر اپنے اللہ کی تسبیح و تحمید کر رہے ہوتے ہیں۔ اِسی طرح روحانی پرندے مذہبی طور پر سخت حالات کے چُنگل سے رہائی پا کر اپنے اللہ کی تسبیح و تحمید بلند کرنے لئے کسی آزاد مُلک کی طرف پرواز بھر جاتے ہیں تو یہ روحانی ہجرت ہے۔ وہ آزاد ماحول میں عبادات بھی ادا کرتے ہیں، اللہ کے نام کی تبلیغ بھی کرتے ہیں اور شکرِ الٰہی بجالاتے ہیں۔ یہی وہ روحانی پرواز ہے جس کو مادی پرندوں کی پرواز سے مماثلت دی جا سکتی ہے۔ جو لاکھوں کی تعداد میں احمدیوں نے دنیا بھر کی اَور اپنی روحانیت کو سنوارنے کا موجب بنے۔ مالی اور اخلاقی و دینی لحاظ سے نہ صرف خود مضبوط ہوئے بلکہ جماعت کو بھی مضبوط کرنے کا باعث بنے۔ یہی وہ روحانی ہجرت ہے۔ جو شر سے خیر کی طرف۔ بدی سے نیکی کی طرف۔ بُرائی سے اچھائی کی طرف۔ نفرت سے محبت کی طرف اور نفاق سے اتفاق کی طرف مسلسل سفر کرنے، لگاتار بغیر کسی انقطاع کے روحانی پرواز کا نام ہے۔ بلکہ ایک مؤمن کی نیکی، تقویٰ، اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی طرف قدم، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، خلافت کی صحبت اور اِس سے وابستگی میں ترقی بھی روحانی ہجرت ہے۔

اس روحانی ہجرت اور پرواز کا ذکر ہمیں قرآن واحادیث کے علاوہ بزرگوں کی کتب میں بھی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللّٰہِ (الذاریات:51) پس تیزی سے اللہ کی طرف دوڑو۔ ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ نے ہجرت کی فضیلت اور برکت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ وَمَنۡ یُّھَاجِرۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ یَجِدۡ فِی الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا کَثِیۡرًا وَّسَعَۃً ؕ وَمَنۡ یَّخۡرُجۡ مِنۡۢ بَیۡتِہٖ مُھَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ ثُمَّ یُدۡرِکۡہُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا (النساء:101)

یعنی جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے تو وہ زمین میں (دشمن کو) نامراد کرنے کے بہت سے مواقع اور فراخی پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلتا ہے پھر اس حالت میں موت آجاتی ہے۔ تو اس کا اجر اللہ پر فرض ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق کہا گیا کہ وہ اِنِّیۡ مُھَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیۡ (العنکبوت:27) کا اعلان کرتے ہوئے اللہ کی طرف بڑھتے۔

اس آیات کے مطابق ہر مؤمن ہر وقت مہاجر ہے جو اللہ کی طرف روحانی ہجرت کر رہا ہے اور لقائے باری تعالیٰ کے حصول اور اس کی خاطر سعی کرتے ہوئے نیکیاں بجالاتے ہوئے اس کو قضاوقدر آلیتی ہے اور وہ فوت ہو جاتا ہے۔ اس ناطے اس کا اجر اللہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی بار مؤمنوں کی ایک صفت بیان کر کے اس کے اجر کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسے سورہ البقرہ آیت 219 اور سورہ التوبہ آیت 203 میں اَور ایک اور موقع پر فرمایا۔

”کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا۔ وہ اللہ کے نزدیک درجے کے اعتبار سے بہت بڑے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔“

اب اس آیت میں اور دیگر اس جیسی آیات کریمہ میں ہجرت اور جہاد کا ذکر ہے اور اگر صرف مادی ہجرت اور جہاد کا مطلب لے لیا جائے تو وہ ہر مؤمن کو میسّر نہیں آتی اور یوں وہ اس اجر اور ثواب سے محروم رہ گیا جن کا ان آیات میں ذکر ہے۔ یہاں روحانی معنی ہی لینے ہوں گے کہ ایسے مؤمن جو ہر وقت لقائے باری تعالیٰ کا سفر جاری رکھتے ہیں۔ بدیوں کا ڈیرہ چھوڑ کر نیکیوں کے علاقے میں آنے کے لئے ہجرت کر رہے ہیں

اور احکامات الٰہیہ پر اموال و نفوس کی قربانی کر کے ان پر قدم مارنے کے لئے ہر وقت مجاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ ان کا خدا کے نزدیک بلند درجہ ہے اور وہ کامیاب ہونے والے ہیں۔

سامعین! احادیث مبارکہ میں بھی اس روحانی ہجرت کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ کے ساتھ فرمایا کہ ”جس شخص نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی خاطر ہجرت کی اس کی خوشنودی کے لئے اپنے وطن اور خواہشات کو ترک کر دیا تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے ہو گی۔“

(بخاری کتاب الایمان باب النیّۃ فی الایمان)

اس حدیث میں بھی خواہشات اور جذبات کی قربانی کر کے اللہ اور اس کے رسولؐ کو اعمال میں نمونہ بنانے اور مقدم رکھنے کی ہدایت ہے۔ حضرت امام بخاری اپنے مجموعۂ احادیث ”صحیح بخاری“ جو ”اَصَحُّ الۡکُتُبِ بَعۡدَ کِتَابِ اللّٰہِ“ کہلاتی ہے، میں اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ والی حدیث کو سب سے پہلے لائے تھے، جس میں ہجرت کا ذکر ہے۔ گویا ہجرت کو دینِ اسلام میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ بدی سے نیکی کی طرف سفر ہر مؤمن کی زندگی کا ایک مستقل جاری سفر ہے اور ہونا بھی چاہئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجر کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: اَلۡمُھَاجِرُمَنۡ ھَجَرَالسُّوۡئَ فَاجۡتَنِبَہٗ کہ جس نے بُرائیوں سے ہجرت کی اور ان سے مجتنب رہا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد2 صفحہ 215)۔ دوسرے لفظوں میں اللہ اور اس کے رسولؐ اور قرآن میں بیان فرمودہ احکامات پر تعمیل کا روحانی سفر اور ہجرت جاری ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ کون سی ہجرت افضل ہے تو آپؐ نے فرمایا مَنۡ ھَجَرَ مَاحَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ کہ جن باتوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان کو چھوڑ دینا۔ یعنی ہجرت یہ ہے کہ تو تمام ظاہری و باطنی بُرائیوں سے دور رہے۔ (الحدیث)

(سنن ابوداؤد جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ)

ایک جگہ اَنۡ تَھۡجُرَ مَا کَرِہَ رَبُّکَ کے الفاظ ملتے ہیں نیز فرمایا ہجرت دو قسم کی ہے ایک حاضر کی اور دوسری مسافر کی یعنی دور رہنے والے کی اور دور رہنے والے کی ہجرت یہ ہے کہ جب اُسے بلایا جائے تو لبیک کہے اور

جب کوئی حکم دیا جائے تو فوراً اطاعت کرے اور حاضر کی ہجرت بہت بڑی آزمائش ہے اور اجر کے لحاظ سے بھی افضل ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 160)

پھر روایت ہے کہ ایک اعرابی نے ہجرت کے بارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ جب مَیں کسی جگہ یا قوم یا جہاں کہیں بھی ہوں یا موت کے بعد آپ کی طرف ہجرت کس طرح ہو تو فرمایا۔
" ہجرت یہ ہے کہ تُو تمام ظاہری و باطنی فواحش یعنی بُرائیوں سے دُور رہے یا کنارہ کشی اختیار کرے (اَنۡ تَھۡجُرَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ وَمَا بَطَنَ) اور نماز قائم کرے، زکوٰۃ دے۔ پھر تم مہاجر ہو خواہ تم اس حالت میں مر بھی جاؤ۔"

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 226)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے یہ روایت یوں بیان ہوئی ہے کہ ایک اعرابی کے ہجرت کے بارے میں پوچھنے پر فرمایا کہ
"ہجرت کا مقام تو بہت عظیم ہے۔ کیا تیرے پاس اونٹ ہے؟ اس نے کہا ہاں جی!۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ان کی زکوٰۃ دیتے ہو؟ جواب دیا ہاں جی! اس پر آپؐ نے فرمایا کہ سمندروں سے ورے تُو جو کوئی بھی نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اجر میں سے کوئی بھی کمی نہیں کرے گا۔ یعنی ہجرت صرف ملک چھوڑنے کا نام نہیں بلکہ نیکیوں کو اختیار کرنا اور بُرائیوں سے بچنا اصل ہجرت ہے۔"

(سنن ابوداؤد کتاب الجہاد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
"ہجرت کبھی ختم نہ ہو گی جب تک کہ توبہ ختم نہ ہو اور یہ نہ ختم ہو گی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔"

(سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب الهجرة)

توبہ کے ذریعہ روحانی ہجرت کی وجہ سے ایک مؤمن کا جو نیا جنم ہوتا ہے اور نئی پیدائش ہوتی ہے۔

اس کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

"جب تم بیعت کرتے ہو تو یاد رکھو ایک وطن کو چھوڑتے ہو اور اسی کا حقیقی نام توبہ ہے اور رجوع اس وطن کو چھوڑ کر دوسرے وطن کی طرف ہجرت کا نام ہے۔"

بیعت توبہ اور ہجرت کے تعلق کو ایک موقع پر آپؑ نے یوں بیان فرمایا۔

"اسی طرح بیعت میں عظیم الشان بات توبہ ہے جس کے معنی رجوع کے ہیں۔ توبہ اس حالت کا نام ہے کہ انسان اپنے معاصی سے جن سے اس کے تعلقات بڑھے ہوئے ہیں اور اس نے اپنا وطن انہیں مقرر کر لیا ہوا ہے گویا کہ گناہ میں اس نے بود و باش مقرر کر لی ہوئی ہے۔ اُس وطن کو چھوڑنا اور رجوع کے معنی پاکیزگی اختیار کرنا۔ اب وطن کو چھوڑنا بڑا گراں گزرتا ہے اور ہزاروں تکلیفیں ہوتی ہیں۔ ایک گھر جب انسان چھوڑتا ہے تو کس قدر اسے تکلیف ہوتی ہے اور وطن کو چھوڑنے میں تو اس کو سب یار دوستوں سے قطع تعلق کرنا پڑتا ہے اور سب چیزوں کو مثل چارپائی، فرش و ہمسائے، وہ گلیاں کوچے، بازار سب چھوڑ کر ایک نئے ملک میں جانا پڑتا ہے یعنی اس (سابقہ) وطن میں کبھی نہیں آتا۔ اس کا نام توبہ ہے۔ معصیت کے دوست اور ہوتے ہیں اور تقویٰ کے دوست اور، اس تبدیلی کو صوفیاء نے موت کہا ہے۔"

ایک موقع پر رَبِّ أَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ کے ترجمہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدایا! پاک زمین میں مجھے جگہ دے۔ یہ ایک روحانی طور کی ہجرت ہے۔"

(روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 26)

اعمال صالحہ سے ہجرت کر کے اپنے گرد جمع ہونے والوں کو "اصحابُ الصُفَّہ" قرار دیتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔

"یاد رکھ کہ وہ زمانہ آتا ہے کہ لوگ کثرت سے تیری طرف رجوع کریں گے۔ سو تیرے پر واجب ہے کہ تو اُن سے بد خلقی نہ کرے اور تجھے لازم ہے کہ تو اُن کی کثرت کو دیکھ کر تھک نہ جائے۔ اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے تیرے حجروں میں آکر آباد ہوں گے۔ وہی ہیں جو خدا کے نزدیک اصحابُ الصُفَّة کہلاتے ہیں۔ اور تو جانتا ہے کہ وہ کس شان اور کس ایمان کے لوگ ہوں گے جو اصحاب الصفہ کے نام سے موسوم ہیں وہ بہت قوی الایمان ہوں گے۔ تو دیکھے گا کہ اُن کی آنکھوں سے

آنسو جاری ہوں گے وہ تیرے پر درود بھیجیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے خدا! ہم نے ایک آواز دینے والے کی آواز سنی جو ایمان کی طرف بلاتا ہے۔ سو ہم ایمان لائے“

(روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 72)

سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر آنے والی گھڑی کو گزشتہ گزری ہوئی گھڑی سے بہتر قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی (الضحیٰ: 5)۔ اس آیت میں اسی روحانی سفر کا ذکر ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بڑی تیزی سے فرمایا:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے احباب جماعت کو کئی دفعہ اس روحانی ہجرت کی طرف بلایا۔ ایک موقع پر مادی اور روحانی ہجرت میں اس فرق کو واضح فرمایا کہ مادی ہجرت میں بسا اوقات انسان اپنے وطن یا شہر میں واپس لوٹ آتا ہے لیکن روحانی ہجرت تو مسلسل نیکی کے میدان میں آگے بڑھنے کا نام ہے۔ یہ موت چاہتی ہے اور موت کے بعد انسان واپس نہیں آیا کرتا۔ حضورؒ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مَیں پہاڑ پر چڑھ رہا ہوں اور جب پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو بہت گہرائی نظر آتی ہے۔ مادی اور روحانی ہجرت میں فرق کے حوالہ سے حضورؒ فرماتے ہیں۔ ”پس اے پاکستان سے ہجرت کرنے والو! تم جہاں کہیں بھی ہو خواہ جرمنی میں ہو یا فرانس میں یا ہالینڈ یا پولینڈ یا امریکہ یا افریقہ یا دوسرے ممالک میں ہو۔ یاد رکھو ایک ہجرت تو ہو گئی اور اس ہجرت سے جو خدا نے وعدے فرمائے تھے پورے کر دیئے۔ تم نے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا کہ اس ہجرت کے نتیجے میں تمہیں تنگیاں نہیں بلکہ وسعتیں عطا کی گئی ہیں اور خدا نے ایک بھی وعدہ نہیں جو ٹال دیا ہو ہر وعدہ ہجرت کی برکتوں کا تمہارے ساتھ پورا کر دیا۔ پس اب پوری مستعدی کے ساتھ کامل مستعدی کے ساتھ وہ ہجرت کرو جو بدیوں کے ملک سے نیکیوں کے ملک کی طرف ہوا کرتی ہے۔ لیکن یہ وہ ہجرت ہے جس کے بعد لوٹ کر جانا نہیں ہے جس کے بعد مڑ کر دیکھنا نہیں ہے کہ کن لوگوں، کن بدلوگوں سے ہم نے نجات پائی ہے، کن دوستوں کو چھوڑا ہے، کن تعلقات سے روگردانی کی ہے، کن عزیز آرام گاہوں کو ترک کر کے آئے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی مثال مَیں نے اس لئے پیش کی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اس تحریر کے عین مطابق یہ مثال ہے کہ جب چھوڑتے ہو تو بالکل چھوڑ جاؤ، بھول جاؤ، کہ تم کہاں رہا کرتے تھے، کس دنیا میں بستے تھے۔ وہ سب آرام تج کر دو اور ایک نئی زندگی میں داخل ہو جاؤاور یاد رکھو کہ جس خدا نے دنیوی ہجرت کے نتیجے میں اپنے کئے گئے وعدے تمہاری توقعات سے بھی بڑھ کر پورے فرمائے وہ تمہاری روحانی ہجرت کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ تم پر موت نہیں آئے گی جب تک تمہارا دل تسکین سے نہ بھر جائے جب تک وہ سب لذتیں سینکڑوں گُنا زیادہ عطانہ کی جائیں جن لذتوں کو خدا کی خاطر تم نے چھوڑا ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ ہجرت آپ کریں تو سب دنیا آپ کے ساتھ ہجرت پر تیار ہو گی۔ یہی وہ ہجرت ہے جو انسانی زندگی کا آخری مقصد ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 23/ اگست 1996ء)

پیارے دوستو! مُوۡتُوۡا قَبۡلَ أَنۡ تَمُوۡتُوا کہ مرنے سے پہلے فنا ہو جاؤ۔ میں اسی روحانی ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ جو ایک قسم کی روحانی پرواز ہے۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مومن بندے کی تشبیہ ایروپلین Aero Plane سے دی ہے۔ جو اپنی پرواز میں بلندیوں کی انتہاء کو چُھوتا ہوا منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔

اس لئے ایک مؤمن بندے میں وہ تمام خاصیتیں ہونی چاہئیں۔ جو ایک ایروپلین میں ہوتی ہیں، جیسے۔

ایروپلین کبھی اکیلا نہیں اڑا کرتا اپنے پیٹ میں بے شمار لوگوں کو ساتھ لے جاتا ہے۔ بعینہٖ ایک مؤمن کو چاہئے کہ اصلاح نفس کے اس سفر میں اپنے عزیز واقارب، خاندان اور افراد جماعت کو ساتھ لے کر چلے۔ خود بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کے قرینے سیکھے اور اپنی اولاد کو بھی سکھائے۔ خود بھی نمازی بنے اور اولاد کو بھی بنائے اور اخلاق فاضلہ سے بھی متّصف کرے۔

جہاز جب چلنے کے لئے تیار ہوتا ہے تو اس کا ویکیوم Tight کر دیتے ہیں یعنی جہاز Airtight ہو جاتا ہے۔ کوئی ہوا یا کوئی چیز یا کوئی بد اثرات باہر سے اندر نہیں جاسکتے۔ اگر کوئی چیز اندر جائے گی تو نقصان دہ ثابت ہو گی۔ اسی طرح ایک مؤمن کو بیرونی بد اثرات سے محفوظ رہنا چاہئے۔ کوئی بُرائی یا گناہ یا بُری بات اس میں داخل نہ ہو۔ مؤمن کی روحانی پرواز کے دوران اگر یہ جسم کے اندر داخل ہو گئیں تو نقصان دہ ہوں گی۔

ویسے تو جہاز کی بہت سی خاصیتیں ہیں جو تمام کی تمام ایک مؤمن کو اپنی روحانی پرواز میں مد نظر رکھنی چاہئے۔ لیکن تمام کا ذکر یہاں مشکل ہو گا۔ صرف ایک اور کا ذکر کرتا ہوں کہ جہاز پرواز کے لئے تیاری کے بعد جب اپنی Base چھوڑتا ہے تو آہستہ آہستہ رینگتا ہوا ایک خاص مقام پر جا کر چند لمحوں کے لئے رُکتا ہے خواہ وہ چند سیکنڈز ہی کیوں نہ ہو، پھر Take Off کر جاتا ہے۔ جو عام گاڑیوں کے طریق کار سے بالکل جدا طریق ہے۔ ایک گاڑی جب چلتی ہے تو انجن کے گرم ہونے کے ساتھ رفتار بھی تیز ہوتی جاتی ہے۔ جبکہ جہاز ایک جگہ رک کر پھر پرواز بھرتا ہے۔ وہ دراصل اپنی سَمت متعیّن کرتا ہے اور پختہ عزم اور مضبوط ارادوں کے ساتھ پرواز کرتا ہے۔ بعینہٖ ایک مؤمن کو اپنی مختلف روحانی پروازوں کے لئے چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو ایک جگہ پر ذہنی طور پر کھڑا کر کے اپنا جائزہ لے۔ اپنا محاسبہ کرے کہ مَیں جن امور کو اپنائے ہوئے ہوں کیا وہ دینی ہیں یا جن امور کو مَیں اپنانے جا رہا ہوں ان کے بارہ میں دینی تعلیم کیا ہے۔ گویا ہمیشہ اپنی سَمت درست رکھے اور اپنا پلُّو جھاڑ کر اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف اپنا سفر جاری رکھے۔

چونکہ اس روحانی پرواز میں ایک انسان کو، ایک مؤمن کو بار بار بطور مسافر کے پیش کیا جا رہا ہے اور وہ ہے بھی حقیقت میں مسافر۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

”مَیں خود ایک مسافر کی طرح ہوں۔ جہاں آرام ملتا ہے تھوڑا سستا لیتا ہوں پھر تازہ دم ہو کر اپنے سفر کو جاری رکھتا ہوں۔“

اس میں ایک بہت بڑا سبق ہے۔ سفر کرتے وقت اور سفر پر جاتے وقت سفر کے تمام تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے سفر کی تیاری کی جاتی ہے۔ زادِ راہ لیا جاتا ہے۔ ہم نے مسافروں کو دیکھا ہے بالخصوص جہاز کا سفر کرنے والے کو کہ وہ اپنے ساتھ بہت ہی اہم اور ضروری مگر محدود سامان رکھ سکتے ہیں اور زائد سامان جس کو Excess Luggage کہتے ہیں اپنے سامان سے الگ کر دیتے ہیں اور ہلکا پھلکا ہو کر سفر کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ بعینہٖ روحانی سفر کے لئے اخلاقِ سیئہ جیسے جھوٹ، بخل، بد گمانی، حسد، غیبت، خیانت، چوری اور عیب جوئی وغیرہ ایک مؤمن کے Excess Luggage's ہیں۔ جن کو اپنے اصل سامان یعنی اخلاقِ حسنہ سچائی امانت، ایثار، حسن ظنی، شکر، عفو، عدل واحسان، پاک دامنی وغیرہ سے الگ رکھنا ہے اور

لغویات اور دنیا کی بے راہ رویوں کے بوجھ، تنازعات کے بوجھوں سے ہلکا ہو کر اپنا روحانی سفر جاری وساری رکھنا ہے۔ اسی روحانی پرواز کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

جِسۡمِیۡ یَطِیۡرُ اِلَیۡكَ مِنۡ شَوۡقٍ عَلَا

یَا لَیۡتَ كَانَتۡ قُوَّةُ الطَّیۡرَانِ

کہ میرا جسم تو شوق کے غلبہ کی وجہ سے تیری طرف اُڑنا چاہتا ہے۔ اے کاش! مجھ میں اُڑنے کی طاقت ہوتی۔

انسان کی زندگی میں اپنی سمت درست کرنے، اپنا محاسبہ کرنے اور نئے عہد باندھنے کے کئی مواقع آتے ہیں۔ جیسے جمعہ کا دن ہے۔ دراصل ایک انسان جو مسافر بھی ہے کے لئے پختہ عزم، عہد باندھنے کا یہ دن ہے۔ جس طرح ہر بڑے شہر سے باہر ایک زیرو پوائنٹ Zero-Point ہوتا ہے جہاں پہنچنے سے پہلے یا پہنچ کر درست، چھوٹا راستہ اپنے منزل مقصود کے لئے اپنایا جاتا ہے۔ بعینہٖ انسان کی زندگی کی مختلف شاہراہوں کا ایک زیرو پوائنٹ بھی ہے۔ ایک Road Map بھی ہے جہاں انسان کو ذرا رُک کر تھوڑا سا آرام کر کے نئے ایندھن کے ساتھ۔ نئے جذبہ کے ساتھ بڑی تیزی سے آگے بڑھنے اور اپنی سمت درست کرنے کا موقع ملتا ہے اور ایک مؤمن کو ہمیشہ مدّ نظر رکھنا چاہئے کہ کون سا چھوٹا، مختصر Short Cut ہے جس پر چل کر لقائے باری تعالیٰ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اپنی روحانی منزل مقصود پر پہنچا جا سکتا ہے۔

سامعین! لوگ کہتے ہیں کہ زندگی ایک سہانا سفر ہے۔ دینی نکتہ نگاہ سے کفار اور غیر مؤمنوں کے لئے تو سہانا سفر ہو سکتا ہے مگر مؤمنوں کے لئے تو قید خانہ ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلدُّنۡیَا سِجۡنٌ لِلۡمُؤۡمِنِ وجَنَّةٌ لِلۡكَافِرِ۔ مؤمن کو اللہ کی رضا کے حصول کے لئے اپنے اوپر موت وارد کرنی پڑتی ہے۔ عبادات کی حقیقی لذّت سے آشنا ہونے کے لئے اپنے اوپر سختی وارد کرنی پڑتی ہے۔ راتوں کو نرم اور گرم بستر چھوڑ کر اللہ کے دربار میں حاضری دینی پڑتی ہے اور "وَلَلۡاٰخِرَةُ خَیۡرٌ" کے لئے سختی کے دَور میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ عبادالرحمٰن بننے کے لئے اپنی نفسانی خواہشات کو خیر آباد کہہ کر اللہ اور اس کے رسولؐ کی خواہشات اور جذبات کو ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے اور گناہوں، بدیوں اور لغزشوں سے دوری حاصل

کرنے کی سعی مسلسل بالآخر ایک مؤمن کو تمام آلائشوں سے پاک نومولود بچے کی طرح اپنے ربِّ اعلیٰ کے حضور پیش کر رہی ہوتی ہے۔ اس وقت اس مؤمن کی کیفیت ایک ایسے لٹھے کی چادر جیسی ہوتی ہے جو دھوبی سے دُھل کر آئی ہو جس پر بدی یا گناہ کا کوئی داغ اور دھبہ نہ ہو جو اپنی آنکھوں کو بھی بھلی لگے اور دوسروں کی آنکھوں کو بھی بھائے۔

ہمارے موجودہ پیارے امام حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ دنیا بھر میں پھیلے احمدی احباب وخواتین کو مسلسل بدیاں ترک کرنے اور نیکیاں اپنانے کی تلقین فرمارہے ہیں۔ تاہم میں سے ہر ایک پاک صاف ہو کر نہا دھو کر اُجلے دُھلے لباس یعنی لباس تقویٰ کے روحانی سفر میں ایک منزل کے بعد دوسری منزل میں داخل ہوں۔

جماعتِ احمدیہ کی ایک معروف ادیب اور شاعرہ نے اس مضمون کو یوں منضبط کیا ہے۔

تیرے ہونٹوں سے سُنتی ہوں جو مَیں نے سوچا
دل سے دل تک یہ خیالات کی ہجرت دیکھی

سامعین! اب ازدیادِ ایمان کی خاطر اختصار سے انبیاء کی ہجرتوں کے اثمار کا ذکر کر لیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مکّہ کی جانب اُس ہجرت کا ذکر کرنا چاہوں گا جب حضرت ابراہیمؑ اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ اور اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو مکّہ چھوڑ گئے تھے۔ جو کہ اُس وقت بے آب و گیاہ جنگل تھا۔ ارد گرد کوئی بشر وغیرہ بھی نہ تھا۔ ننّھے سے اسماعیل کی اپنے ننّھے مُنے پاؤں کی ایڑھیاں رگڑنے سے پانی کا چشمہ بہہ نکلا تھا۔ پانی کا یہ فیض "آبِ زمزم" کے نام سے دنیا کے کونے کونے میں بطور تبرّک کے کہیں نہ کہیں موجود ہے۔ بے آب و گیاہ یہ جگہ اب کروڑوں افراد کا مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ دنیا کے 250 کے قریب ممالک اور جزائر میں یہ واحد شہر ہے جہاں اتنی کثیر تعداد میں لوگ ہر سال Visit کرتے ہیں۔ اِتنی بڑی تعداد میں زائرین کسی اور شہر کا بغرض زیارت مقدس مقامات نہیں کرتے۔ مکّہ اُس ملک میں ہے جہاں تیل کی فراوانی ہے اور امیر ترین ممالک میں شمار ہوتا ہے۔

مکّہ پر ایک وقت ایسا آیا کہ حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔ آپؐ اِسی شہر میں پروان چڑھے۔ نبوّت کا دعویٰ کیا۔ سردارانِ مکّہ نے آپؐ کی شدید مخالفت کی۔ تبلیغ میں روڑے اٹکائے۔ آپؐ کو تبلیغ سے روکا گیا۔ تب اِذنِ الٰہی سے آپؐ کو مکّہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ ہجرت کا واقعہ اپنی ذات میں بہت دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مدینہ میں وفاداروں کی ایک جماعت عطا کی جو انصار کہلائے۔ انہوں نے وفا اور قربانی کی رُوح کو ایک جِلا بخشی، ایک نئی جہت دی۔ اِن لوگوں نے جنگ بدر کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفا اور محبت کا اظہار یوں کیا کہ اگر آپؐ سمندر میں چھلانگیں لگانے کا اظہار کریں تو ہم اُس کے لئے بھی تیار ہیں۔ کفار مکّہ کی مخالفت کے باوجود غزوات اور سرایا میں فتوحات پر فتوحات ملتی چلی گئیں۔ اسلام عرب سے نکل کر عجم میں داخل ہوا۔ جس طرح مکّہ مرجع خلائق رہا۔ اُسی طرح مدینہ میں بھی لوگ دنیا بھر سے آنے لگے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے ساتھ جنت البقیع میں خلفاء اور صحابہ کے مزار بنے اور ایک عالی شان مسجد نبوی تعمیر ہوئی اور آج جو لوگ حج اور عمرہ کرنے مکّہ تشریف لے جاتے ہیں اُن میں سے اکثریت مزار نبویؐ پر حاضر ہوتے ہیں۔ یہ ثمرات اور برکات ہجرت نبوی کی وجہ سے ہیں۔

سامعین! انبیاء کرام کی ہجرت اور اُس کے ثمرات کا ذکر ہو رہا ہے۔ آئیں! اس حوالہ سے اُخروی دَور کی ہجرتوں کے احوال آپ سامعین کو سنائیں ۔ ایک ہجرت تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو 1947ء میں احباب جماعت احمدیہ کے ساتھ پاکستان کی طرف کرنی پڑی۔ آپؓ نے قادیان دارالامان چھوڑ کر پاکستان میں ربوہ دارالہجرت بسایا۔ اس ہجرت سے قریباً 53 برس پہلے، 18 ستمبر 1894ء کو حضرت مسیح موعودؑ کو ”داغ ہجرت“ کا الہام ہوا۔ جس میں ہجرت کی واضح خبر دی گئی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ قادیان سے ہجرت کے بارے میں فرماتے ہیں:

”ہماری ہجرت کے متعلق پہلے سے پیشگوئی موجود تھی۔ اگر یہ پیشگوئی پہلے سے موجود نہ ہوتی تب بھی کوئی بات تھی۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ یہ پیشگوئی صراحتًا موجود ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے ”داغِ ہجرت“، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہمیں قادیان چھوڑنی پڑے گی۔“

(انوار العلوم جلد 21 صفحہ 28)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہجرت پاکستان سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک خواب پوری ہوئی جس میں حضورؑ پر انکشاف کیا گیا تھا کہ آپؑ خود یا آپؑ کا کوئی خلیفہ ہجرت کرے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”ایک دفعہ مَیں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص میرا نام لکھ رہا ہے تو آدھا نام اس نے عربی میں لکھا ہے اور آدھا انگریزی میں لکھا ہے۔ انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے لیکن بعض رؤیا نبی کے اپنے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متّبع کے ذریعے سے پورے ہوتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر و کسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔“

(تذکرہ صفحہ 477)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ کشفی رنگ میں مَیں نے دیکھا کہ مَیں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا۔“

(تذکرہ صفحہ 154)

گویہ ہجرت احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے نہ تھی لیکن ایک ایسی ہجرت تھی جو مذہب کے نام پر عمل میں لائی گئی تھی۔ لیکن یہ ہجرت، جماعت احمدیہ کی ترقیات اور فتوحات کا پیغام لے کر آئی۔ ایک نیا مرکز قائم ہوا اور اِس مرکز سے اسلام احمدیت کا پیغام پاکستان میں تو پہنچا ہی، ساری دنیا میں پہنچنا شروع ہوا۔ ایک جامعہ بنا جس سے مبلغین تیار ہو کر تمام دنیا میں پھیل کر تبلیغ حق کرنے لگے۔ بیرون پاکستان سے احمدی ربوہ آنے لگے اور ربوہ کے دوست احباب دنیا بھر میں جانے لگے۔ قرآن کریم کی اشاعت میں تیزی آئی۔ اخبار، رسائل اور کتب کی اشاعت ہونے لگی۔ خلفاء نے بیرون ملک کے دورے کئے اور ایک نئی جہت جماعت کو ملی۔ ربوہ کے جلسہ سالانہ میں اندرون اور بیرون ملک سے شامل ہونے والوں کی تعداد تین لاکھ تک پہنچی۔

سامعین! اس روز افزوں ترقیات کو دیکھ کر مخالفت کا آغاز ہوا۔ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ حکومتی سطح پر بھی مخالفت ہونے لگی حتّٰی کہ 1984ء میں آمر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے خلافت ختم کرنے کی کوشش کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو قید کروانے کی سازشیں ہوئیں۔ ہجرت کا یہ واقعہ بہت

ایمان افروز اور دلچسپ ہے جس سے تائیداتِ الٰہی کا اظہار ہوتا ہے اور ایک خدا کی کبریائی پر یقین آتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ ربوہ دارالہجرت سے ہجرت کر کے برطانیہ تشریف لے آئے۔ اِس ہجرت کے شیریں ثمرات ملنے لگے۔ اسلام احمدیت کی تعداد میں کروڑوں کے حساب سے اضافہ ہوا۔ مساجد کی تعداد ہزاروں میں پہنچی۔ ہزاروں کی تعداد میں بنی بنائی مساجد امام اور مقتدیوں سمیت جماعت کو ملی۔ مشن ہاؤسز میں اضافہ ہوا۔ اُن ممالک کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھی جہاں احمدیت کے جھنڈے بلند ہوئے۔ مبلغین کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ قرآن کریم کے تراجم بڑی تیزی سے ہونے لگے اور قرآن کریم کے تراجم کی تعداد 80 کو پہنچی۔ پریس کے قیام عمل میں لائے گئے۔ برطانیہ کے جلسہ نے عالمی جہت اختیار کی اور برطانیہ کی تاریخ میں 2026ء کے جلسہ سالانہ میں پہلی دفعہ شاملینِ جلسہ کی تعداد 50 ہزار کو پہنچی۔ جماعتِ احمدیہ اور خلافت کا سو سالہ جشن دنیا بھر میں منایا گیا۔ چندوں میں اضافہ ہوا۔ موصی حضرات و خواتین نے وفا کا نمونہ دکھلا کر نظام وصیت کے مبارک نظام میں شمولیت اختیار کی۔ پارلیمنٹس سے حضور کے خطابات ہوئے۔ جماعت کو عالمی شہرت ملی۔ پاکستان اور انڈیا کے جامعات کے علاوہ دسیوں ممالک میں جامعات کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مساجد، مشن ہاؤسز اور زمینوں کی خریداری کا ایک جال ساری دنیا میں پھیل گیا۔ نظام خلافت اور نظام جماعت مستحکم ہوتا چلا گیا۔ ایم ٹی اے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے دَور میں قائم ہو چکا تھا مگر خلافت خامسہ کے دَور میں 8 چینلز Live جاری ہوئے۔ احمدیوں کی تعداد میں بدستور اضافہ ہوتا چلا گیا۔ حضور ایدہ اللہ کے دَور میں اسلام آباد ٹلفورڈ میں قصر خلافت تعمیر ہوا۔ دنیا بھر کے ممالک اور جزائر میں جہاں جماعت قائم ہوئی اُن کی تعداد 220 کو پہنچی اور دنیا بھر کے احباب جماعت نے شکرانے کے نوافل ادا کیے، صدقات دیے اور یہ سلسلہ ابھی بھی جاری ہے۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ترقیات دیں، خلافت اور چندوں کے نظام کو مستحکم کیا تو دوسری جانب جماعت کی مخالفت کرنے والے دوسربراہوں کو اللہ نے خود ہی انتقام کا بندوبست کیا اور ہلاکت کی موت مارے گئے۔

سامعین! پاکستان اور ایسے ممالک جہاں احباب جماعت کو مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، سے احمدی احباب وخواتین نے یورپ اور مغربی دنیا کی طرف لاکھوں احمدی ہجرت کر کے مغربی دنیا پہنچے جہاں

انہوں نے مسکن بنایا۔ جہاں وہ کمیوں، کمزوریوں کو ترک کر کے تقویٰ کی طرف بڑھے۔ بہت سے نوجوان جب ایشین ممالک جیسے پاکستان سے ہجرت کر کے مغربی دنیا میں خلافت کے قریب آئے تو خلیفۃ المسیح کے خطبات، خطابات و تقاریر اور آپ کے مؤثر کن رویّہ سے متاثر ہو کر نیکیوں کی طرف سفر اختیار کیا اور یہاں آکر نمازی بھی بن گئے۔ قرآن کی تلاوت کرنے والے ہوگئے۔ معاشرے میں مخلوق کے حقوق ادا کرنے والے کہلانے لگے۔ خدمات دینیہ میں آگے آگے نظر آنے لگے۔ الغرض نیکیوں کا لبادہ اوڑھ کر اللہ والے بن گئے۔ یہی وہ روحانی پرندے بنے جو منطق الطَّیر کی طرح مختلف بولیاں بولنے والے بن گئے جن کا ایک نظّارہ ہم ہر سال عالمی بیعت پر دیکھتے ہیں۔

اب تو یہ پرندے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اردو زبان میں ہونے کی وجہ سے اردو زبان سیکھ رہے ہیں جن کا نظارہ ہم جلسہ ہائے سالانہ اَور اجتماعات برطانیہ کے موقع پر کی جانے والی تلاوت کے ترجمہ کے وقت دیکھتے ہیں۔ الحمد للہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ ان ہجرتوں کے ثمرات اور پھل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اس سورت (الانفال) کی آخری دو آیات میں اِس امر کا ذکر ہے کہ اگر دشمن کا دباؤ بہت بڑھ جائے اور مجبوراً تمہیں اپنے وطن سے ہجرت کرنی پڑے تو اللہ کی راہ میں یہ ہجرت قبول ہوگی اور اس کے بدلہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نصرت عطا کی جائے اور مغفرت کے علاوہ اللہ تعالیٰ ہجرت کرنے والوں کے رزق میں بھی بہت برکت ڈالے گا۔ یہ پیشگوئی ہمیشہ بڑی شان کے ساتھ پوری ہوتی رہی ہے اور رزق میں جس برکت کا ذکر ہے اس سورت کے شروع میں اَنۡفَال عطا کیے جانے کی صورت میں کیا گیا تھا اس کی اب اَور صورتیں بھی یہاں بیان فرمادی گئیں کہ ہجرت کے نتیجہ میں مہاجرین کی رزق کی راہیں بہت کشادہ کی جائیں گی۔‘‘

(ترجمۃ القرآن تعارف سورۃ الانفال صفحہ 282)

سامعین! تقریر کے آخر پر ہجرت کے مقام اور مرتبہ کو قرآن کریم کے حوالے سے بیان کر دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی 14 سورتوں میں 25 بار تکالیف، دشمنی اور مخالفت کی وجہ سے ایک مقام سے

دوسرے مقام نقل مکانی کرنے اور ہجرت کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور دو جگہوں پر روحانی ہجرت کا ذکر ہوا۔ اس طرح ہجرت سے حاصل ہونے والے انعامات کے حصول کی خاطر ہجرت کرنے کا ذکر ملتا ہے۔

جلسہ سالانہ ہالینڈ 2019ء کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

"ان پچھلے چند سالوں میں بہت سے احمدی ہجرت کر کے یہاں آئے ہیں اور یہاں جماعت کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ کیوں ہجرت کر کے آئے ہیں؟ اس لیے کہ خاص طور پر پاکستان میں احمدیوں کو مذہبی آزادی نہیں ہے، احمدیوں کو مذہب کے نام پر تنگ کیا جاتا ہے، ان کے حقوق سلب کیے جاتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے زمانے کے امام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی اور حکم کے مطابق مانا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا نام لینے اور اس کی عبادت کرنے سے اس لیے روکا جاتا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کی بیعت میں کیوں آئے ہیں۔ مسجدیں بنانا تو ایک طرف ہمیں اپنے لوگوں کی تربیت کے لیے جلسے اور اجتماع کرنے سے بھی روکا جاتا ہے بلکہ گھروں میں بھی قانون کی رُو سے ہم نمازیں نہیں پڑھ سکتے۔ عیدِ قربان پر ہم جانوروں کی قربانی نہیں کر سکتے بلکہ قانون اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اس پر بھی مقدمے ہو جاتے ہیں اور اس لیے بھی کہ نام نہاد علماء اور ان کے چیلوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ پس ایسے حالات میں بہت سے احمدی پاکستان سے ہجرت کر کے دوسرے ممالک جہاں مذہبی آزادی ہے چلے جاتے ہیں، ہجرت کر گئے ہیں۔ آپ میں سے بھی جو یہاں ہجرت کر کے آئے ہیں انہیں یہاں مذہبی آزادی بھی ہے اور مالی اور معاشی لحاظ سے بھی اپنی حالتوں کو بہتر کرنے کے مواقع بھی ملے ہیں۔ پس ہر احمدی کو جو ان پابندیوں سے آزاد ہو کر زندگی گزار رہا ہے جو ان کو پاکستان میں تھیں خاص طور پر اس وجہ سے پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اپنی روحانی، علمی اور اخلاقی حالت کو بہتر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس بات پر ہی خوش نہیں ہو جانا چاہیے کہ ہم آزاد ہیں اور کوئی ایسی پابندی ہم پر نہیں ہے جو ہمیں اپنے مذہب پر عمل کرنے سے روکے۔ اگر ہمارے عمل اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق نہیں، اگر ہم نے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پہلے سے بڑھ کر پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت کے اظہار پہلے سے بڑھ کر ہم سے ظاہر نہیں ہو رہے تو اس آزادی کا کیا فائدہ ہے،

ان جلسوں میں شامل ہونے کا کیا فائدہ؟ یہ مساجد کی تعمیر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ حقیقی فائدہ تو ہمیں اس آزادی کا تب ہی ہو گا جب ہم بیعت کا حق ادا کریں۔‘‘

(خطبہ جمعہ 27/ستمبر 2019ء)

اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کی من حیث الجماعت اجتماعی ہجرت اور احباب جماعت کی انفرادی ہجرت کے ثمرات اور انعامات سے مستفید ہونے والا بنائے اور تمام دنیا میں بسنے والے احمدی احباب و خواتین کو روحانی ہجرت کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق دیتا رہے تاہم خدا تعالیٰ کے محبوب بندے بنیں رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بیعت کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)